ماھنامہ

صراطِ مستقیم

برمنگھم

December 2023

صراطِ مستقیم برمنگھم

SIRAT-E-MUSTAQEEM BIRMINGHAM

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 44 No. 02 December 2023
Jumada al-Awwal/ Jumada al-Thani 1445 AH
جلد: 44 شمارہ: 02 دسمبر 2023ء
جمادی الاول/جمادی الثانی: 1445ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRAT-E-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK
www.mjah.org.uk/siratemustaqeem
E-mail: info@mjah.org.uk

(نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور غلبہ کے اسباب

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالعزیز السدیس حفظہ اللہ

پہلا خطبہ

ہر طرح کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ اے میرے پروردگار! ہم تیری حمد کرتے ہیں، تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، تیری ہی بخشش کے خواہاں ہیں اور تجھ ہی سے توبہ کرتے ہیں۔ ساری خیر ہم تیری طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔ ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں کہ وہی تخلیق کی ابتدا کرنے اور اسے پھر سے زندہ کرنے والا ہے، اپنی مرضی کے کام کر گزرنے والا ہے۔ اس کے لیے بے انتہا شکر اور بے حد حساب حمد وثنا ہے۔ اس نے اپنے اولیاء کے ساتھ نصرت اور زمین میں غلبے کا وعدہ کیا ہے، بشرطیکہ وہ اسباب پر عمل کریں، اتحاد واتفاق پر قائم رہیں اور توحید پرستی اختیار کریں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی عرش مجید والا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، نبیوں میں سب سے زیادہ شرف والے اور اللہ کے بندوں میں سب سے اعلیٰ مقام والے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے اہل بیت پر، صحابہ کرام پر، تابعین پر اور قیامت تک ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

بعد ازاں! اے اللہ کے بندو!

بات کے آغاز واختتام پر کی جانے والی بہترین نصیحت پرہیز گاری کی نصیحت ہے۔ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو، بالخصوص مشکل اور تنگی کے دنوں میں، آزمائشوں اور سختیوں کے دنوں میں، کیونکہ پرہیز گاری سے تمام طرح کی مصیبتیں اور بے تابیاں دور ہو جاتی ہیں، نصرت اور کامرانی نصیب ہو جاتی ہے۔

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا * وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

”جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اُس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا * اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اُس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔“ (سورۃ الطلاق:2-3)

اے امت اسلام!

سانحوں اور سختیوں کے دنوں میں، مصیبتوں کے اوقات میں، اندھیرے راستوں سے گزرتے ہوئے، انسان کا جی چاہتا ہے کہ اسے کمزوری اور بے بسی سے خلاصی ملے، اسے عزت ونصرت کے اسباب مہیا ہوں، اس کی روح انتظار میں ہوتی ہے کہ آسانیوں بھری رحمتیں نازل ہوں، اور صبر دلانے والے جھونکے آئیں۔ معاملے کی سنگینی، سختی، ضرورت اور تاکید اس مشکل میں وقت بہت زیادہ ہو چکی ہے، تاریخ کے اس آگ بھرے دور میں کہ جب آزمائشوں نے امت کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، مشکلات نے پوری طرح سے اسے جکڑ لیا ہے۔

﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”اللہ اپنے کام پر غلبہ رکھنے والا ہے یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے“ (سورۃ یوسف:21)

اے مؤمنو! اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے ہر چیز کے اسباب وذرائع رکھے ہیں، کاموں کے مقاصد اور فوائد رکھے ہیں۔ اس سے اپنے بندوں کو اسباب اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے، تاکہ وہ بلند ترین مقاصد کو پانے میں کامیاب ہو سکیں، اور عزت ونصرت کو حاصل کر سکیں۔

اہل توحید وایمان کا فرض ہے کہ

جو طاقتور اور مہربان پروردگار کی مدد کے امیدوار ہیں کہ وہ نصرت، عزت اور غلبے کے اسباب کو معلوم کریں، ہر وقت اور ہر زمانے میں انہیں اختیار کیے رہیں۔

اللہ کی اپنے مومن بندوں پر یہ مہربانی ہے کہ اس نے ان کی رہنمائی فرمائی اور انہیں ان اسباب کی راہ دکھائی۔ انہیں اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔ سنت رسول کے ذریعے بھی ان کی وضاحت فرمائی۔

ان اسباب میں سے

اولین چیز عقیدۂ توحید اور اخلاصِ عبادت ہے۔

یہ اللہ کے عظیم ترین احکام ہیں۔ توحید اور عمل میں اخلاص نصرت کے عظیم اسباب ہیں۔

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾

”اور اُن کو اِس کے سوا کوئی علم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر۔“ (سورۃ البینۃ:5)

اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ جو دلیری دکھانے کے لیے لڑتا ہے، یا اپنے قبیلے کی حمیت کے لیے لڑتا ہے، یا ریاکاری کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے کس کو فی سبیل اللہ شمار کیا جائے گا؟ آپ ﷺ

نے فرمایا:

«مَنْ قاتَل لتكونَ كلمةُ اللهِ هي العليا؛ فهو في سبيل الله»

"جو اللہ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لیے لڑے گا وہی فی سبیل اللہ ہے"

اے صاحبانِ توفیق!

نصرت کا دوسرا اہم ذریعہ ایمان اور نیک عمل ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"اور ہمارا فرض تھا کہ ہم صاحبانِ ایمان کی مدد کریں۔"(سورۃ الروم:47)

بلند شان والا فرماتا ہے:

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾

"یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اِس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں، اور اُس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔"(سورۃ غافر:51)

اسی طرح اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾

"بیشک اللہ صاحبانِ ایمان کی طرف سے دفاع کرتا ہے"(سورۃ الحج:38)

اللہ کے بندو!

تیسرا ذریعہ نصرتِ دین ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جمادے گا۔"(سورۃ محمد:7)

﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ * الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾

"اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے، اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے * یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" (سورۃ الحج: 40-41)

تو نصرت کے عظیم ذرائع میں دینِ الٰہی کو قائم کرنا، اللہ کی طرف دعوت دینا، نیکی کی ترغیب دلانا، برائی سے روکنا، اور کمزور لوگوں کی مدد کرنا شامل ہے۔

پیارے بھائیو!

چوتھا ذریعہ اتحاد واتفاق ہے، کہ حق پر سب اکٹھے ہو جائیں، اور آپس کے جھگڑے اور اختلافات ختم کر لیں۔ تنازعہ، تفرقہ بازی اور اختلافات کو چھوڑ دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"(سورۃ آل عمران:103)

اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾

"تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو۔"(سورۃ الانفال:1)

تو امت کے لیے غلبے کا پہلا راستہ خوفِ خدا اور صلح کی موجودگی ہے۔

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾

"اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"(سورۃ الانفال:46)

اہل علم بیان کرتے ہیں:

"أي: نصْركم وقُوّتكم".

"یعنی: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری نصرت اور طاقت جاتی رہے گی۔"

مشرق و مغرب میں آباد مسلمانو!

نصرت کا پانچواں ذریعہ دشمنوں کے لیے مادی اور ذہنی تیاری کرنا ہے۔ اپنے دین، امت اور مقدسات کے دفاع کے لیے طاقت تیار کرنا ایک اہم شرعی مقصد ہے، اسلام قوت، عزت اور کرامت کا دین ہے، جس کی بنیاد کتابِ الٰہی ہے، جس سے انسان کو صحیح راہ ملتی ہے، اور اسلحے پر ہے جس کے ذریعے انسان کو فتح نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾

"تم سب ان کے مقابلہ کے لئے امکانی قوت اور گھوڑوں کی صف بندی کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوفزدہ کر دو۔" (سورۃ الانفال:60)

اے اصحاب برکت!

پانچواں ذریعہ اللہ پر بھروسا ہے۔ اللہ عز وجل کا فرمان ہے:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

"اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد

کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو؟ پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔" (سورۃ آل عمران:160)

اسی طرح فرمایا:

﴿وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

"اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔" (سورۃ المائدہ:23)

تو زبردست اور طاقتور پر بھروسا کرنا نصرت اور غلبے کے عظیم شرعی اسباب میں شامل ہے۔

﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾(سورۃ آل عمران:126)

"فتح و نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ کی طرف سے ہے جو بڑی قوت والا اور دانا و بینا ہے۔"

اے اصحابِ عزت و سربلندی!

چھٹا ذریعہ صبر اور ثابت قدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾

"ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اُس پر حاوی ہے۔" (سورۃ آل عمران:120)

اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہا کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔" (سورۃ الانفال:45)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«واعلم أنَّ النصر مع الصبر، وأنَّ الفَرَجَ مع الكرب، وأنَّ مع العُسْرِ يسرًا»

"یاد رکھو کہ نصرت صبر سے ملتی ہے، راحت مصیبت کے ساتھ ہی آتی ہے، اور تنگی کے ساتھ فراخی ہوتی ہے۔" (جامع ترمذی)

اے غیرت مند توحید پرستو!

ساتواں ذریعہ نماز قائم کرنا، کثرت سے ذکر کرنا، استغفار کرنا، دعا مانگنا، اللہ سے مدد مانگنا، اس پر بھروسا کرنا اور اس کی طرف لپکنا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ * فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾

"اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو، خصوصاً نمازِ وسطیٰ، اللہ کے آگے اس طرح کھڑے ہو، جیسے فرماں بردار غلام کھڑے ہوتے ہیں * بدامنی کی حالت ہو، تو خواہ پیدل ہو، خواہ سوار، جس طرح ممکن ہو، نماز پڑھو اور جب امن میسر آجائے، تو اللہ کو اُس طریقے سے یاد کرو، جو اُس نے تمہیں سکھا دیا ہے، جس سے تم پہلے نا واقف تھے۔" (سورۃ البقرہ:238-239)

آٹھواں ذریعہ گمراہی، تکبر اور ریاکاروں کے رویے سے دوری ہے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے، جو کہ اس امت کے منتخب لوگ تھے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾

"اور اُن لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ نہ اختیار کرو جو اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور جن کی روش یہ ہے کہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔" (سورۃ الانفال:47)

اللہ آپ کی نگہبانی فرمائے!

نواں ذریعہ ہے: دعا۔ دعا، مقدس سرزمین میں موجود آپ کے بھائیوں کا حق ہے کہ ان کے لیے گریہ زاری کی جائے، دعا کی جائے، بار بار دعا کی جائے، عاجزی سے مانگا جائے، اس سے جلد آنے والی نصرت، ثابت قدمی اور غلبے کا سوال کرنا چاہیے۔

اے ایمانی بھائیو! اس بات کا خاص خیال رکھو! اس بات کا خاص خیال رکھو، اپنے کمزور بھائیوں کے حق میں دعا کرو، دعا کرو۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

"تمہارا رب کہتا ہے: مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا" (سورۃ غافر:60)

اے غلبہ اور نصرت والی امت! یہ پورے دس ہیں۔

اے نیک اور معزز لوگو!

یہ چند اہم روشن پہلو اور اسباب ہیں، جن کے ذریعے واضح نصرت عزت اور غلبہ پایا جا سکتا ہے۔ انہیں اس موقع پر ہمتیں بڑھانے کے لیے بیان کیا گیا ہے، تاکہ بلندیوں تک پہنچنے کا حوصلہ پیدا ہو، مقدساتِ اسلام کی حرمت بچانے کے لیے تگ و دو کی جائے، مسجدِ اقصیٰ کا دفاع کیا جائے، جو کہ دو قبلوں میں اول اور رسول اللہ ﷺ کی جائے اسراء ہے۔ اللہ کی رحمتیں اور کامل سلامتی ہو آپ ﷺ پر۔ کیونکہ ان دنوں میں بلکہ ان خونی دنوں میں جن سے امت اسلامیہ آج گزر رہی ہے، بے ہنگم زیادتیاں جاری ہیں، بلکہ ایک تباہ کن سخت حملہ جاری ہے، وہ بھی پوری شور و شوخی، تکبر، خود پسندی اور شدید مکاری کے ساتھ بدترین اندھی درندگی ہو رہی ہے، وہ بھی معصوم شہریوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور کمزوروں کے خلاف کہ جو نہ کوئی حیلہ کر سکتے ہیں اور نہ انہیں کوئی راستہ نظر آتا ہے۔ اس حملے کی سختی، شدت اور سنگینی کو ملکِ عزت، فسطین میں ہمارے بھائی جھیل رہے

ہیں۔ دشمنوں نے ملک کو تباہ کر دیا ہے، عوام اور اللہ کے بندوں کو ہلاک کر دیا ہے، وہ پوری بے غیرتی اور سخت دلی کے ساتھ، مہلک ترین میزائیلوں، بموں اور اسلحہ کو استعمال کرتے ہوئے۔ یہ انسانیت کا انتہائی برا سانحہ ہے۔

تو اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! رحم فرما! رحم فرما! اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔ بلند و عظیم اللہ کے بغیر ہمارے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کسی چیز سے بچنے کی قوت۔

اے فلسطینی بھائیو!

صبر کرو! صبر کرو۔ ثابت قدم رہو! ثابت قدم رہو۔ ہم سب پر امید ہیں، اچھی توقع رکھتے ہیں اور اچھے نتائج کے منتظر ہیں۔

﴿وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾

"اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔" (سورۃ الصافات:173)

﴿أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾

"آگاہ ہو جاؤ! بیشک للہ کی مدد قریب ہے۔" (سورۃ البقرہ:214)

بعد ازاں! اے پیارو!

بھائی چارے کا مضبوط تعلق اور ہمارا شاندار عقیدہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم، فلسطین میں اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، تاکہ امن قائم ہو، اور کامیابی ملے، خون ریزی رکے، سکون کے دن آئیں، محاصرہ ختم ہو، تشدد اور جبری نقل مکانی ختم ہو، امدادی سامان اور انسانی مدد پہنچ سکے۔ اللہ کے حکم سے نصرت تو آنے ہی والی ہے۔

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"اور ہمارا فرض تھا کہ ہم صاحبانِ ایمان کی مدد کریں۔" (سورۃ الروم:47)

﴿حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ﴾

"یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا تھا، تو یکایک ہماری مدد پیغمبروں کو پہنچ گئی پھر جب ایسا موقع آجاتا ہے تو ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جسے ہم چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں اور مجرموں پر سے تو ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاسکتا۔" (سورۃ یوسف:110)

سنو! اللہ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو۔ نصرت اور غلبے کے اسباب کو اپناؤ، تاکہ آپ کو کامیابی، عزت اور غلبہ نصیب ہو۔

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے!

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن مبین سے اور سنت سید المرسلین ﷺ سے مستفید فرمائے۔ اللہ مسلمانوں کی مسجدِ اقصیٰ کو حاسدوں کی چالوں سے محفوظ فرمائے۔ زیادتی کرنے والوں کی زیادتی سے بچائے، شہداء کو بلند درجے عطا فرمائے۔ وہ خوب مولیٰ ہے، خوب مددگار اور خوب نصرت کرنے والا ہے۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو۔ یقیناً! وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو اہلِ تقویٰ کی مدد کرنے والا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کی کوئی انتہا یا آخر نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے اپنے مومن بندوں کے لیے عزت اور غلبہ لکھا ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے نیک اور پاکیزہ اہل بیت پر، صبر کے ذریعے غلبہ حاصل کرنے والے صحابہ کرام پر، تابعین پر اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر۔

بعد ازاں! اللہ کے بندو!

اللہ سے ڈرو! اللہ آپ پر رحم فرمائے! یقین جانوں کہ نصرت ثابت قدمی اور صبر کے ساتھ ملتی ہے، کامیابی اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے میں ہے۔

ایمانی بھائیو! ان دنوں میں ایک چیز ایسی ہے کہ جسے دیکھ کر اہلِ ایمان کا سینہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ سرزمینِ حرمین کی قیادت اور عوام نے بہترین رویہ اختیار کیا ہے، جو کہ قائد اعلیٰ خادم حرمین شریفین، اور اس کے ولی عہد کی سرپرستی میں کیا گیا ہے، اللہ ان کی تائید فرمائے۔ انہوں نے فلسطین کے ہولناک حالات اور بدترین احوال کو دیکھتے ہوئے ایک بڑی عوامی مہم کا آغاز کرنے کی ہدایات جاری کی ہیں، جن کا مقصد غزہ میں اپنے بھائیوں کی مدد، بلکہ سارے فلسطین میں مسلمانون کی امداد، شہریوں کی مصیبت کم کرنا اور ہر وہ کام کرنا جس سے تکلیف دہ آزمائیشوں میں کمی آئے، جن کا سامنا غزہ کی پٹی میں رہنے والے اور دیگر لوگ کر رہے ہیں۔ اسی طرح عربی اور اسلامی کانفرنس بھی منعقد کی گئی، جو کہ غیر معمولی طور پر کامیاب رہی، اور جس نے اپنا دو ٹوک بیانیہ صادر کیا۔

یہ عزت بھرا اور بہترین موقف جو مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اختیار کیا گیا ہے، یہ سعودی عرب کے تاریخی مواقف کا تسلسل ہی ہے، جو یہ پہلے دن سے اختیار کرتا چلا آیا ہے، ہر ہر موقع پر فلسطینی بھائیوں کی مدد کی جائے۔ اس لیے ہر مشکل گھڑی میں سعودی عرب ان کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس پر حمد اللہ ہی کے لیے ہے اور یہ مہربانی ہم پر اسی کی ہے۔

اے مسلمانو! اخلاص، سچائی اور یقین کے ساتھ آمین

کہو، تاکہ اللہ تعالیٰ نصرت، عزت اور غلبہ عطا فرمائے۔

اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں! وہی ولی اور قابل تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں! وہی عظیم و حلیم ہے، اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی عرش عظیم کا پروردگار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں! وہی آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے، وہی عرشِ کریم کا پروردگار ہے۔

اے ہمارے الٰہ!

تیری حمایت ہی مضبوط ترین ہے، تیرے نام ہی مقدس ترین ہیں، اے ہمارے الٰہ! معاملہ بہت سخت ہو چکا، مصیبت بہت بڑھ گئی، فلسطینی بھائیوں کا معاملہ بہت سنگین ہو چکا۔ اے اللہ! ان کی نصرت فرما۔ اے قوت و عزت والے! جلد ان کی مدد فرما۔

اے اللہ! تو غزہ میں ہمارے کمزور بھائیوں کا سہارا بن جا۔

اے اللہ! ان کی حفاظت فرما، آگے سے، پیچھے سے، دائیں جانب سے، بائیں جانب سے، اور اوپر سے۔ نیچے سے آنے والے عذاب سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں۔

اے اللہ! رکوع کرنے والے بزرگوں پر رحم فرما! دودھ پیتے بچوں پر رحم فرما! ان پر سکینت نازل فرما۔ زیادتی کرنے والوں پر ان کی نصرت فرما! اے قوت اور عزت والے۔

اے بہترین مددگار! اے مصیبت زدگان کی مصیبتیں دور فرمانے والے! اے لاچاروں کی دعا سننے والے۔

اے اللہ! وہ مظلوم ہیں، ان کی نصرت فرما۔

اے ہمارے الٰہ! تو انہیں کس کے حوالے کر رہا ہے؟ ہم ان کی کمزوری اور وسائل کی کمی کی شکایت تجھ سے کرتے ہیں۔ تو ان کا معین اور نصرت کرنے والا بن جا۔ ان کی تائید کرنے والا اور نگہبان بن جا۔

اے اللہ! مسجد اقصیٰ کی حفاظت فرما! اے اللہ! قیامت تک اسے عزت اور سربلندی عطا فرما۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما! شرک اور مشرکوں کو رسوا کر دے!

اے اللہ! اس ملک کو اور تمام مسلمان ممالک کو امن و سلامتی اور سکون و چین نصیب فرما!

اے اللہ! ہمیں ہمارے ملکوں میں امن نصیب فرما! ہمارے حکمرانوں اور اماموں کی اصلاح فرما! حق کے ساتھ ہمارے حکمران اور امام، خادم حرمین شریفن کی تائید فرما۔

اے اللہ! اسے ہدایت کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما! اس کے اعمال اپنی رضا کے مطابق بنا۔ اسے نیک کابینہ نصیب فرما، جو خیر کی نشاندہی کرے اور خیر کے کاموں میں اس کی معاونت کرے۔

اے اللہ! اس کے ولی عہد کو ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش اور راضی ہوتا ہے اور جس میں اسلام اور مسلمانوں کا بھلا ہے۔

اے اللہ! جو ہمارے ملک کا برا چاہے، اسے خود ہی میں مصروف فرما دے، اے دعا سننے والے! اس کی چال اسی پر لوٹا دے۔ اسی کی چال میں اسے ہلاک فرما دے۔

اے اللہ! ہمارے اور تمام اسلامی مالک کو برے لوگوں کی برائی سے اور چالبازوں کی چالوں سے اور دن رات کے ہیر پھیر سے محفوظ فرما!

اے اللہ! ہمیں چال بازوں کی چالیں، حاسدوں کے حسد، فریبیوں کے فریب، زیادتی کرنے والوں کی زیادتی ہم سے دور فرما۔

اے اللہ! پریشان حال مسلمانوں کی پریشانیاں دور فرما، مصیبت زدہ مسلمانوں کی مصیبتیں دور فرما۔ قرض داروں کے قرض ادا فرما۔ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے بیماروں کو شفا عطا فرما!

اے اللہ! سرحدوں پر دن رات پہرہ دینے والے جوانوں کی مدد فرما! ہمارے امن کے محافظوں کو کامیاب فرما!

اے اللہ! ان کے شہیدوں کی شہادت قبول فرما! ان کے بیماروں کو شفا عطا فرما! ان کے زخمیوں کو شفا عطا فرما! انہیں صحیح فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرما اور ان کے نشانے درست فرما! اپنے اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرما، اے قوت اور عزت والے!

اے اللہ! ہم پر بارشیں برسا! اے اللہ! ہم تیری حمد و ثنا بیان کرتے ہیں کہ تو نے ہم پر بارشیں نازل فرمائی ہیں۔

اے اللہ! ہمیں مزید بارشوں سے نواز دے۔ اے اللہ! بارش کو خیر و برکت والا بنا، ملک اور قوم کے لیے مفید بنا۔

اے اللہ! ہمارے دلوں پر ایمان کی برکھا برسا اور ہمارے ملکوں پر پانی اور خیر کی برکھا برسا۔

اے اللہ! ہمارے بچوں اور بچیوں کو ہدایت اور نیکی عطا فرما، انہیں امتحانوں میں کامیاب فرما۔

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی! اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا!" (سورۃ البقرۃ:201)

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

"اے اللہ! ہم سے قبول فرما! یقیناً! تو سننے اور جاننے والا ہے۔" (سورۃ البقرۃ:127)

﴿وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

"ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔" (سورۃ البقرۃ:128)

ہمیں اور ہمارے والدین کو بخش دے، اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے چاہے وہ

زندہ ہوں یا فوت شدہ۔ یقیناً! تو سننے والا، قریب اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

اللہ کے بندو!

اللہ آپ پر رحم فرما! درود و سلام بھیجو، جو کہ سارے جہانوں کے سردار ہیں، اہلِ اسلام کے لیے بہترین نمونہ ہیں، آزمائشوں پر صبر کرنے والے ہیں، اللہ پر بھروسا کرنے والے ہیں اور اس کی رسی کو تھامے رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کو یہی حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ کریم ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔“ (سورۃ الاحزاب:56)

جامع ترمذی میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! میں اپنی دعاؤں میں درود کا کتنا حصہ رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما شئتَ"

”جتنا چاہو۔“

میں نے کہا: چوتھا حصہ رکھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما شئتَ، وإن زدتَ فهو خيرٌ لكَ"

”جتنا چاہو، اگر زیادہ کر لو تو تمہارے لیے ہی بہتر ہے“

میں نے کہا: آدھا حصہ کر لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما شئتَ، وإن زدت فهو خير"

”جتنا چاہو، اگر زیادہ کر لو تو تمہارے لیے ہی بہتر ہے“

میں نے کہا:

پھر میں درود ہی پڑھ لیا کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَنْ تُكفى همَّكَ، ويُغفر لكَ ذَنبُكَ»

”ایسا کرو گے تو تمہاری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی اور تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے“

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائی تھیں۔

اے اللہ! برکتیں نازل فرما! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر، جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائی تھیں۔ تو بڑا قابل تعریف اور پاکیزگی والا ہے۔

اے اللہ! اصحابِ ہدایت ائمہ خلفائے راشدین سے راضی ہو جا! ابو بکر، عمر، عثمان اور علی سے، اور تمام صحابہ کرام سے اور تابعین عظام سے اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر استقامت کے ساتھ چلنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اپنی رحمت سے ہم سب سے بھی راضی ہو جا۔

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ * وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ * وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

”پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں اور سلام ہے مرسلین پر اور ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہی ہے۔“ (سورۃ الصافات:180-182)

☆☆☆

عقیدۂ توحید کے اثرات و ثمرات

توحید کی یہ دولت موحد انسان جنت میں داخل ہو گا اور جہنم سے نجات پائے گا جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ بندوں کا خدا پر یہ حق ہے کہ اگر وہ صرف خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیرائیں تو وہ انھیں دوزخ سے بچا کر جنت کا داخلہ عطا فرمائے۔

عقیدۂ توحید سے رب کریم کی تعظیم و اجلال کا احساس دل میں پیدا ہوتا ہے کیوں کہ اس کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کمال و جلال سے روشناس ہوتا ہے اور اسے ہر نوع کی شبیہ و نظیر سے منزہ اور پاک قرار دیتا ہے۔

تصورِ توحید سے ان لوگوں کی جہالت و حماقت سے بھی آگاہی ہوتی ہے جو خدا کے سوا دوسروں کو اس کا ہم سر اور مد مقابل بناتے ہیں، نیز عبادت اور حکم و تشریع (قانون سازی) میں انھیں خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں۔

کچھ لوگ خدا کی بعض صفات میں خود اپنے آپ ہی کو اس کا ساجھی سمجھتے ہیں حالاں کہ نہ تو یہ خدا کے ساتھ خلق و تخلیق میں شریک تھے اور نہ کائنات کی ملکیت و رزق اور تدبیر و انتظام ہی میں ان کا کوئی حصہ ہے؛ عقیدۂ توحید سے ان کے تصوراتِ باطلہ بھی یک سر منہدم ہو جاتے ہیں۔

عقیدۂ توحید سے حریتِ فکر و نظر نصیب ہوتی ہے اور انسان مخلوق کی غلامی و بندگی سے نجات پاتا ہے۔

توحید کے نتیجے میں انسان دنیا و آخرت میں شجاعت و استقامت کی نعمت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ ایک شخص جو مختلف الاغراض آقاؤں کی بندگی کرتا اور انھیں پکارتا ہے، کسی سے ڈرتا اور کسی سے امیدیں وابستہ کرتا ہے، یہ کسی طور اس شخص کی مانند نہیں ہو سکتا جو اپنے رب کو تنہا و یکتا گردانتا ہے، اسی کا خوف رکھتا اور اسی سے امیدیں باندھتا ہے؛ وہ خداوند عالم ہی کو اپنے قصد وارادہ کا مرکز و محور قرار دیتا اور اسی کی عبادت بجا لاتا ہے۔

اے اللہ! اے اسلام اور مسلمانوں کے آقا! ہمیں اپنی توحید پر ثابت قدم رکھنا تا آں کہ ہم تجھ سے ملاقات کی سعادت حاصل کر لیں!

(ترجمانی: طاہر اسلام عسکری)

علم اور اہل علم

علماءِ حق زمین کے چراغ، ظلمات کا خاتمہ ان ہی سے ممکن

مولانا محمد عبدالحفیظ اسلامی

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ کے بندوں میں علم رکھنے والے اور نہ رکھنے والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے، ٹھیک اسی طرح نور اور ظلمات بھی برابر نہیں ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا میں انسان اپنی جہالت، نادانی اور لاعلمی کی بناء پر روشنی کا ناقدرداں ہو کر ایک ایسی بد ترین حالت میں پہنچ جاتا ہے جہاں اسے اندھیری راہوں سے صبح وشام واسطہ پڑتا ہے جسے قرآن کی اصطلاح میں ظلمات کہا جاتا ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی یہ سنت قدیم ہے کہ وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو ظلمات و اندھیروں سے بچانے کیلئے اپنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا رہا تاکہ اندھیری راہوں میں ٹھوکریں کھانے والی نوع انسانی کیلئے یہ چراغ راہ بن جائے، چنانچہ انسان اول سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا آنحضور ﷺ کی ذات گرامی بابرکت پر اس سلسلہ نبوت کو ختم فرما دیا۔ اب آپ ﷺ قیامت تک کیلئے آخری نبی ہیں اور آپ پر نازل کردہ کتاب قرآن حکیم اللہ کی طرف سے سارے اولاد آدم کیلئے خواہ یہ جہاں بھی رہتے بستے ہوں آخری ہدایت نامہ و دستور حیات ہے اور آپ ﷺ کی حیثیت قیامت تک کیلئے بندگی رب کا اعلیٰ ترین اور قطعی نمونہ ہے۔ اب آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کار نبوت کی ذمہ داری آپ کے حقیقی وارثوں کے کاندھوں پر آن پڑی ہے۔

نبی ﷺ کے حقیقی وارث علماء کرام دین متین ہیں، امت کے علماء زمین پر چراغ ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو سارا عالم ظلم و اندھیرے میں ڈوب جاتا ہے، انہیں ورثۃ الانبیاء اسی لئے کہا گیا کہ یہ اپنے نبی ﷺ کے حقیقی وارث ہیں اور نبی ﷺ اپنے پیچھے مال وزر دینار و درہم اور خزانے نہیں چھوڑتے بلکہ اپنے پیچھے ایک ایسی عظیم و انمول چیز چھوڑتے ہیں جس سے اولادِ آدم، دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں حاصل کر سکتی ہے جو کسی بھی انسان کو دنیا میں حاصل تمام خزانے خرچ کرنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی، وہ ہے 'علم'۔ اس طرح اب علماءِ کرام کا وجود دنیا کیلئے ایک چراغ کے مانند ہے، یہ جہاں بھی رہیں اطراف کا ماحول ہمیشہ روشن وجگمگاتا رہے۔

"العلماء مصابيح الأرض"

یوں ہی نہیں کہا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جماعت علماء انتہائی محبوب ترین گروہ ہے اور اللہ نے ایک عالم کو ایک بڑے سے بڑے عابد پر فضیلت بخشی ہے، اس لئے کہ یہ لوگ اللہ کے آخری نبی ﷺ کے وصال کے بعد کار نبوت کو جاری رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے بھی کسی بھاری ذمہ داری پر فائز فرماتا ہے اس کی جوابدہی اور پوچھ بھی بہت زیادہ ہے۔ علماء کرام کو زمین پر چراغ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ جہاں بھی جس جگہ بھی ہو اس کے گردو بیش کا ماحول روشن رہے، لہٰذا اب علماء کرام کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ جہاں رہے وہاں اپنے علم وعمل کے اجالے پھیلاتے رہے تاکہ اس کی روشنی سے دنیا منور رہے۔

آج الحمد اللہ نبی ﷺ کے یہ وراث ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے علاوہ یورپ امریکا برطانیہ کے علاوہ ساری دنیا میں پائے جاتے ہیں اور ہر سال ہمارے مدارس اسلامیہ میں یہ علم کے مینار ڈھل ڈھل کر نکلتے ہیں تاکہ دنیا میں مقاصد نبوت و کار نبوت جاری رہے۔ یہ سلسلہ بڑے ہی اہتمام سے جاری ہے اور انشاء اللہ روز قیامت تک جاری رہے گا۔

حالات حاضرہ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوگا کہ اس وقت پوری دنیا میں بالخصوص؛ ہندوستان جو کہ اولاد آدم کا پہلا گھر و مقام کی حیثیت سے اسے فخر حاصل ہے، کیونکہ ایک خدا کی بندگی اسی کی پوجا و پرستش اور عبادت کا سب سے پہلے اسی دھرتی پر پاٹھ پڑھایا گیا تھا کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے، تم سب اسی کے بندے ہو، جو کچھ ہدایات خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے رہیں اس پر مکمل طور پر کاربند ہو جاو۔ لیکن دنیا میں پائے جانے والے ممالک کے حالات یہ بتا رہے ہیں کہ ہر طرف ظلمات ہی ظلمات کا بول بالا ہے، روشنی کو ظلمات اور ظلمات کو انوار سمجھا جارہا ہے۔ لوگوں کی اکثریت اندھیری راہوں پر گامزن ہے، اللہ کی اتاری ہوئی روشنی اور اس کے علم کو ناقدری کی نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے، ضلالت و جہالت کی مختلف شکلیں روز بروز نمودار ہوتے جارہی ہے، جو لوگ امن کی راہ پر چلنے اور چلانے کی بات کرتے ہیں تو منکر آخرت لوگ ان کی راہ میں کانٹے بچھاتے نظر آرہے ہیں اور سب سے بڑا اندھیرا اور ظلم بلکہ ظلمات یہ ہے کہ خدائے واحد لاشریک کے ساتھ علانیہ بغاوت صبح و شام ہو رہی ہے، آخر ایسا کیوں؟

آج شیطان ملعون پرانے مشرکانہ عقائد و اعمال کو نیا لبادہ پہنا کر اولاد آدم کے سامنے پیش کر رہا ہے، باطل طاقتیں اسلام کے خلاف کچھ اس طرح کی نامسعود حکمت عملیاں اپنائے ہوئے ہیں جو بظاہر نظر نہیں آتیں۔

زر پرستی علانیہ ہو رہی ہے، مقابلہ حسن کے حسین نام پر قوموں کی بیٹیاں برہنہ کر دی جارہی ہیں، جہیز کی لعنت کی بنا پر سینکڑوں خواتین کو تیل ڈال کر آگ لگائی جاری ہے اور دیگر طریقوں سے ان معصوموں کی جان لی جارہی ہے، دختر کشی کا عمل بھی ہو رہا ہے، خواتین و لڑکیوں کی عزت و آبرو لوٹی جارہی ہے، زنا بالجبر کے واقعات عام سی بات ہو کر رہ گئی ہے، فحاشی وزنا بالرضا اور عریانیت انسانی سماج میں پائی جارہی ہے، بناؤ سنگھار کے بیجا اظہار کی کوششیں صنف نازک کو تباہی کی طرف لے جارہی ہے مخلوط تعلیمی ادارہ جات نے نوجوانوں کو اخلاقی پستی کی طرف ڈھکیل رہے ہیں، صرف بڑی عمر ہی کے نہیں بلکہ نوجوان طبقہ بھی شراب نوشی و دیگر نشیلی اشیاء کا عادی ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں، اونچی نیچی ذات کے احمقانہ مفروضے قائم ہو گئے ہیں۔ اسلام سے قبل کا وہی سودی نظام پوری شدت کے ساتھ نافذ ہو چکا، جس کی بدولت سرمایہ دار طبقہ غریبوں کا خون چوس رہا ہے، انسانوں کے بنیادی حقوق سلب کر لئے جارہے ہیں اور جس طرح ایام جاہلیت میں بڑے بڑے طاقتور قبیلوں کی اجارہ داری قائم ہو چکی تھی ٹھیک اسی طرح ایک دوسرے انداز سے طاقتور ممالک اور گروہ اپنی اجارہ داری قائم کر چکے۔ اور ریاستوں کا بھی یہی کچھ حال ہے۔

سلامتی کے نام سے اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کیلئے ہر طرح کی کوششیں کی جارہی ہیں، نبیؐ کے ناقدرے اور دیگر مشرکین، آقائے نامدار، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے کیلئے نت نئے طریقہ اپنائے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے قبلہ اول پر ناجائز قبضہ ہو چکا، وہاں کے اصلی باشندوں کو جیل نما علاقہ تک محدود کر دیا گیا، اور جب چاہے بم باری کرتے ہوئے ان کے گھروں کو تباہ و برباد کر دیا جارہا ہے۔ غرضکہ تاریخی مسلم عبادت گاہوں پر بری نظریں رکھی جارہی ہیں۔

مسلمانوں کے تشخص کو ختم کرنے کی دنیا بھر میں کوششیں کی جارہی ہیں اور ملت اسلامیہ کی حالت یہ ہو چکی کہ ان کے ہاتھ جو کہ لوگوں کو کچھ دینے کیلئے بنائے گئے تھے لیکن یہی ہاتھ اب صاحب اقتدار لوگوں کے سامنے کچھ تحفظات کیلئے پھیلائے جارہے ہیں یہ اور اس طرح کی دیگر باتیں مسلمانوں کو بحیثیت خیر امت لمحہ فکر دے رہے ہیں۔

اب جہالت جدیدہ تو جہالت قدیمہ کو پیچھے چھوڑ چکی ہے

حکومت و اقتدار کی خواہش میں ناجائز طریقے اختیار کرنا ذخائر سیم و زر کی حرص، بے روک ٹوک جنسی خواہشات کی تکمیل، زن و مرد کی مخلوط تہذیب، عریانی و بے حیائی، جوا شراب نوشی، وطن پرستی و قوم پرستی، جیسے انسانیت سوز اعمال موجب فخر و ناز تھے۔ انسانوں پر انسانوں کی حکومت تھی۔ یہ حالت صرف عربوں کی ہی نہیں تھی بلکہ کم و بیش پوری دنیا کا یہی نقشہ تھا۔

ذرا غور سے دیکھئے، تو معلوم ہو گا کہ آج کی نام نہاد مہذب اور ترقی یافتہ دنیا کی بھی وہی حالت ہے۔ مذہبی دنیا ہو کہ لا مذہب دنیا، ان کے معاشرے ان کی تہذیب، ان کے اخلاق و معاملات، ان کی حکومت اور سیاست کا جائزہ لیجئے تو صاف نظر آتا ہے کہ جہالت قدیمہ سے بڑھکر جہالت جدیدہ اپنا رنگ دیکھارہی ہے۔ چپہ چپہ پر فتنہ و فساد کی جو آگ بھڑک رہی ہے، انسان انسان ہی سے بد ظن و خائف ہے۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں کی جو کشمکش ہے مخلوط تہذیب کے جو حیا سوز کارنامے ہیں، انسانوں پر انسانوں کی حکومت کی جو تباہ کاریاں ہیں یہ تمام جہالت ہی کی ہنگامہ آرائی ہے۔

جہالت قدیمہ بھی الٰہی تعلیم کو بھول جانے کا قدرتی رد عمل تھا اور جہالت جدیدہ بھی الٰہی تعلیم سے اعراض و روگرداں ہونے کا رد عمل ہے، یہ ترقی یافتہ دنیا دراصل ترقی یافتہ جہالت ہے۔ (مستفاد کتاب اسوہ حسنہ از حضرت علامہ صفوۃ الرحمن صابر رحمۃ اللہ علیہ)

آج تمام انسانیت کو یہ یقین دلانے کی شدید ضرورت ہے کہ نوع انسانی کی فلاح و کامیابی صرف اسلام میں ہے۔ اگر ہمارے علماء کرام اس بات کو عوام تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں تو نفرتیں کدورتیں کم سے کم ہوتے چلے جائیں گے۔ علماء کا معاشرتی مقام اور قومی کردار کے سلسلہ میں علامہ یوسف القرضاوی یوں رقم طراز ہوئے:

مجموعی طور پر آج بھی علمائے دین اور امت کے درمیان محبت و احترام کا مضبوط رشتہ قائم ہے، عمومی طور پر امت اور علماء کے درمیان کوئی منافرت اور دوری پیدا نہیں ہوئی۔ امت آج بھی علمائے دین کے گرد جمع ہوتی، ان کی بات کو وزن دیتی اور ان کی آواز پر لبیک کہتی ہے۔ اور یہ کیفیت ہر ملک کے اندر موجود ہے۔ اگر کہیں عوام کسی عالم دین سے دور رہتے ہیں تو اس کا بھی کوئی سبب ہوتا ہے۔ عوام عموماً اس عالم سے دور ہوتے ہیں جس کے بارے میں سمجھتے ہوں کہ وہ دنیا کی خاطر اپنا دین فروخت کرتا ہے۔ لیکن جس عالم دین پر لوگوں کو بھرپور اعتماد ہو اس کے ساتھ لوگوں کا رشتہ اور تعلق بڑا سنجیدہ شائستہ اور مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ علمائے حق ہمیشہ موجود رہے ہیں اور ان کو معاشرے میں ایک برتر مقام حاصل رہا ہے۔ اور ہم نے ہر ملک میں اس کیفیت کا مشاہدہ کیا۔

حقیقی عالم تو وہ ہے جو اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضا کا ذریعہ بنائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ وہ اس معاملے میں اللہ کے سوا کسی

سے نہیں ڈرتا۔ ہم نے ”عالمی اتحاد برائے علمائے مسلمین“ کا سلوگن اس آیت کو بنایا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللّٰهَ ﴾(سورۃ الاحزاب)

”جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔“

اور فطری بات ہے کہ ایسا حقیقی عالم تکلیفوں سے دوچار ہوگا۔ اسے پس دیوار زنداں بھی جانا پڑے گا، گرفتاریوں کا سامنا بھی ہوگا، اور بھی طرح طرح کی ایذائیں اور مصیبتیں اسے پہنچائی جاسکتی ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ (سورہ ابراہیم:4)

”ہم نے اپنا پیغام دینے کیلئے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے، اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔“

میں اس آیت کی تفسیر یہ کرتا ہوں کہ ایک عالم دین نہ صرف انگریزی میں بات کرتا ہے، اطالوی سے اطالوی میں بات کرتا ہے بلکہ خواص سے خواص کی زبان میں اور عوام سے عوام کی زبان میں، شہریوں سے شہری زبان میں، دیہاتیوں سے دیہی زبان میں بات کرتا ہے کیونکہ ان تمام طبقوں کی اپنی اپنی زبانیں اور محاورے ہوتے ہیں۔ پندرہویں صدی کے لوگوں اور اکیسویں صدی کے لوگوں کی زبانوں میں بہت فرق واقع ہوگیا ہے۔ کیونکہ کئی صدیاں گزر چکی ہیں۔ بہر حال ضروری ہے کہ عالم دین ہر قوم اور طبقے سے ان کی زبان میں بات کرے۔ عالم دین کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ صاف شفاف دعوت پیش کرے، لوگوں کو دین سکھائے، انہیں دین کے اوپر یکجا کرے، منتشر کرنے کا ذریعہ نہ بنے، تعمیری جدوجہد کرے، تخریبی سرگرمیوں کا حصہ نہ بنے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا ہے اس کو ہرگز نہ چھپائے۔ ایک عالم کی یہ ذمہ داری ہے کہ لوگوں سے حق نہ چھپائے خواہ وہ امیر ہوں یا غریب، طاقتور ہوں یا کمزور، حکمراں ہوں یا عوام، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام بلا کم وکاست پہنچائے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللّٰهَ وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيْبا﴾(سورۃ الاحزاب:39)(اقتباس)

اب ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ ہم عملی طور پر پھر سے اپنے نقطہ آغاز پر واپس جاچکے ہیں۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے صفا پہاڑی پر مکہ والوں کو جمع کرکے اپنے خطاب اور دعوت کا آغاز "أيها الناس" سے کیا تھا۔ ہمارا اصل خطاب کسی قوم، علاقہ یا طبقہ سے نہیں ہے بلکہ نسل انسانی سے ہے۔ اور آج جب وطن وقوم، رنگ ونسل اور زبان وعلاقہ کے فاصلے سمٹتے چلے جارہے ہیں اور ایک گلوبل ہیومن سوسائٹی قائم ہورہی ہے، ہمیں دین کی بات اسی ’زیرو پوائنٹ‘ سے کرنا ہوگی اور اسے موثر بنانے کیلئے وہی کردار پیش کرنا ہوگا جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ دین کی بات کرنے، وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کی طرف نسل انسانی کو بلانے اور قرآن وسنت کا معاشرتی ماحول قائم کرنے کی محنت میں؛ علماء تنہا نہیں ہیں، بلکہ مسلمانوں کی ایک قابل لحاظ کثیر تعداد ان کی (آواز حق) پر لبیک کہنے تیار ہے صرف انہیں جگانے اور انکا اصل نصب العین یاد دلانے والے چاہیے۔ ان مجموعی حالات پر ایک نظر ڈالنے کے بعد اب میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے کرنے کے کام کیا ہیں جو محنت وکاوش کے بغیر ہو نہیں سکتے۔

حاصل کلام

کتاب وسنت کی روشنی میں علماء کرام کی اہمیت اور معاشرے کو ان کی ضرورت اور ان کی ذمہ داری اور جوابدہی پر راقم الحروف نے کچھ لکھنے کی جسارت کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

چراغ اس وقت تک روشن رہے گا جب تک اس میں تیل ڈالا جاتا رہے گا، عالم دین کو زمین کا چراغ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے علم کی بدولت زمانے کو روشن کرتے رہتا ہے اور یہ بات سارے جہاں میں مشہور ومعروف ہے کہ عالِم کی موت ایک عالَم کی موت کے برابر نقصان کا باعث ہوتا ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ روشنی گل ہوجائے چراغ بجھ جائے بعد از کیا ہوگا؟ ہر طرف اندھیرا ظلمات کا دور دورہ وغیرہ اسی لیے اسلام میں عالم کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔

اب سارے عالم کو ان ہی علماء کرام کی ضرورت آن پڑی ہے کہ موجودہ نفرت کی فضاء جو چاروں طرف پھیل چکی ہے، اس نفرتی ماحول کو الفت ومحبت میں تبدیل کرنا ان ورثۃ الانبیاء سے ممکن ہے، کیونکہ یہ منہج انبیاء کو خوب سمجھتے ہیں امید کی جاتی ہے کہ دنیا ہر ریاست میں انسانیت وخیر خواہی، اور انسانوں کو امن وسکون عطا کرنے الٰہی ونبوی تعلیمات کو ذریعہ بناتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ اعلائے کلمۃ اللہ کے پیش نظر اپنے دلپسند ملک کے برادران کو اللہ تعالیٰ کے احکام سنائیں، نبی ﷺ کی ذات گرامی بابرکت کو محسن انسانیت کی حیثیت سے پیش کریں، اس سلسلہ میں تمام علماء حق کا ایک وفاق ’وفاق العلماء‘ کے نام سے بناکر اتحاد واتفاق سے کام کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

☆☆☆

الحمد لله رب العالمين - والصلاة والسلام على رسوله الصادق الأمين وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

سلفیت کی تعریف

سلفیت کی لغوی تعریف:

علامہ ابن منظور نے اپنی مشہور لغت کی کتاب میں کہا:

"والسلف من تقدمك من آبائك وذوى قرابتك الذين هم فوقك فى السن والفضل ومنه قول الرسول ﷺ لابنته فاطمة الزهراء رضى الله عنها "فإنه نعم السلف أنا لك" رواه مسلم.

"سلف ان آباء واجداد اور رشتے داروں کو کہتے ہیں جو مقام و مرتبہ میں اونچے ہوں اور پہلے گزر چکے ہوں، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: میں تمہارے لئے بہترین سلف ہوں۔"

سلفیت کی اصطلاحی تعریف:

علامہ قلشانی نے کہا:

السلف الصالح، وهو الصدر الأول الراسخون فى العلم، المهتدون بهدي النبي ﷺ، الحافظون لسنته، اختارهم الله تعالى لصحبة نبيه، وانتخبهم لإقامة دينه، ورضيهم أئمة للأمة، وجاهدوا فى سبيل الله حق جهاده، وأفرغوا فى نصح الأمة ونفعهم، وبذلوا فى مرضاة الله أنفسهم. قال تعالى: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

"مفہوم: جب سلف صالح کہا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ صحابہ کی جماعت ہوتی ہے جنہیں اللہ نے اپنے آخری پیغمبر کی صحبت کیلئے چنا تھا جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرکے اور دین کی خدمت کرکے حق ادا کردیا اور اللہ ان سے راضی ہوا۔" (سورۃ التوبہ:100)

علامہ سمعانی (ت 562) نے کہا:

"السلفي؛ بفتح السين واللام وفي آخرها فاء: هذه النسبة إلى السلف، وانتحال مذاهبهم على ما سمعت منهم"

"مفہوم: سلفی کی نسبت سلف (صحابہ) کی طرف ہے، اور انہیں سے سنے گئے مذہب کے مطابق چلنے کو کہتے ہیں۔" (کتاب الأنساب:3/273)

علامہ ذہبی نے حافظ احمد بن محمد جو ابو طاہر سلفی سے معروف ہیں، کے بارے میں لکھتے ہیں:

"السلفي بفتحتين وهو من كان على مذهب السلف" (سیر أعلام النبلاء:21/6)

"مفہوم: سلفی اس شخص کو کہتے ہیں جو سلف کے مذہب پر ہو۔"

سو سلفیت کہتے ہیں سلف صالح کے فہم کے مطابق کتاب و سنت کی اتباع کرنا۔

یہی وجہ ہے سلفیت کے جانثار کسی امتی کی تقلید نہیں کرتے، سارے ائمہ، محدثین، علماء اور خدام دین کی کاوشوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انکی قدر کرتے ہیں اور دین و شریعت کو صحابہ کے عمل کی روشنی میں جانچتے ہیں۔

سلفیت کی نسبت اور اسکا مقام

سلف صالحین صحابہ کی طرف نسبت کرنا فخر اور شرف کی بات ہے، یہ ایک ٹائٹل ہے جو مدح کے طور پر بولا جاتا ہے اہل سنت کے ان لوگوں پر جو کسی امتی کی تقلید نہ کرکے کتاب و سنت پر سلف صالح کے فہم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اہل الحدیث، اہل الاتباع، اہل الاثر، اہل الجماعہ اور اہل السنہ مختلف ناموں سے جانا جاتا رہا ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:

"فالذي يحتاج إليه الحافظ أن يكون تقيا ذكيا نحويا لغويا زكيا حييا سلفيا" (سیر اعلام النبلاء:13/380)

"حافظ (احادیث کا حافظ) اسی کو کہیں گے جو متقی، ہوشیار، نحوی، لغوی، پاکباز، باحیاء اور سلفی ہو۔"

شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سلف کی طرف نسبت کرنے پر اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولا عيب على من أظهر مذهب السلف وانتسب إليه واعتزى إليه، بل يجب قبول ذلك منه بالاتفاق؛ فإن مذهب السلف لا يكون إلا حقاً، فإن كان موافقاً له باطناً وظاهراً، فهو بمنزلة المؤمن الذي هو على الحق باطناً وظاهراً، وإن كان موافقاً له في الظاهر فقط دون الباطن فهو بمنزلة المنافق، فتقبل منه علانيته وتوكل سريرته إلى الله، فإنا لم نؤمر أن ننقب عن قلوب الناس ولا نشق بطونهم."

"مفہوم: جو سلف کی طرف نسبت کرکے اس پر فخر کرے اس میں کوئی عیب نہیں ہے، بلکہ اسے بالاتفاق قبول کرنا چاہیے، کیونکہ سلف کا مذہب ہی حق پر ہے،

اگر وہ اپنی نسبت میں ظاہر وباطن ہر لحاظ سے موافق ہو گا تو وہ مومن ہو گا بصورت دیگر اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا۔"(مجموع الفتاوی:1/149)

فتاوی دائمہ کمیٹی فتوی نمبر(1361)(1/165)پر سوال کیا گیا سلفیت کی نسبت کے تعلق سے تو اسکا یہ جواب تھا:

ج: السلفية نسبة إلى السلف والسلف هم صحابة رسول الله ﷺ وأئمة الهدى من أهل القرون الثلاثة الأولى (رضي الله عنهم) الذين شهد لهم رسول الله ﷺ بالخير في قوله: «خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يجئ أقوام تسبق شهادة أحدهم يمينه ويمينه شهادته» رواه الإمام أحمد في مسنده والبخاري ومسلم، والسلفيون جمع سلفي نسبة إلى السلف، وقد تقدم معناه وهم الذين ساروا على منهاج السلف من اتباع الكتاب والسنة والدعوة إليهما والعمل بهما فكانوا بذلك أهل السنة والجماعة. وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم."

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء

عضو: عبد الله بن قعود، عضو:عبد الله بن غديان، نائب رئيس اللجنة: عبد الرزاق عفيفي،الرئيس:عبدالعزيز بن باز

"مفہوم: سلفیت کہتے ہیں سلف صالح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اپنی نسبت کرنے کو، چنانچہ سلفی وہی ہوتا ہے جو منہج سلف کے مطابق کتاب وسنت کی پیروی کرے، اور اسی کی طرف لوگوں کو بلائے، اور ایسے ہی لوگ اہل سنت والجماعت ہیں۔"

محدث عصر علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وأما الذي ينتسب إلى السلف الصالح، فإنه ينتسب إلى العصمة ـ على وجه العموم ـ وقد ذكر النبي ﷺ من علامات الفرقة الناجية أنها تتمسك بما كان عليه رسول الله ﷺ وما كان عليه أصحابه . فمن تمسك به كان يقيناً على هدى من ربه ... ولا شك أن التسمية الواضحة الجلية المميزة البينة هي أن نقول : أنا مسلم على الكتاب والسنة وعلى منهج سلفنا الصالح، وهي أن تقول باختصار : (أنا سلفي) " (مجلة الأصالة العدد التاسع ص 86_87)

"مفہوم: جو اپنی نسبت سلف صالح کی طرف کرتا ہے گویا وہ عمومی طور پر عصمت کی طرف اپنی نسبت کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجیہ کی کی پہچان بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ عمل پیرا ہیں، چنانچہ جو اس منہج پر چلے گا یقیناوہ اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہو گا۔ لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کہے کہ میں منہج سلف کے مطابق کتاب وسنت پر عمل کرنے والا ایک مسلمان ہوں جسے اختصار میں وہ خود کو سلفی بھی کہہ سکتا ہے۔"

سلفیت علم وعلماء کی روشنی میں

سلفی اپنا وقت قرآن وحدیث کے سمجھنے میں لگاتے ہیں، علماء ومشائخ کی مجلسوں میں بیٹھ کر علم حاصل کرتے ہیں، ائمہ ومحدثین کی علمی کاوشوں سے مستفید ہوتے ہیں، وہ صرف کتابوں کے مطالعہ کرنے پر اکتفا نہیں کرتے، سلفی علماء ومشائخ اور ائمہ ومحدثین کا احترام کرتے ہیں، انکی اچھائیوں کو پھیلاتے ہیں اور انکی غلطیوں کو چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ وہ انہیں معصوم نہیں سمجھتے۔

سلفیت اور فتوی

سلفی ہر مسئلے میں فتوی دینے سے گریز کرتا ہے، کتاب وسنت کے صریح نصوص کی روشنی میں فتوی دے گا، بصورت دیگر اہل اجتہاد اور اپنے سے بڑے عالم کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے جس طرح سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے۔

سلفیت اور اجتہاد

اجتہاد اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر ایک بڑی نعمت ہے، اسی وجہ سے پیش آمدہ مسائل میں ہمیں رہنمائی ملتی ہے جن کے تعلق سے کتاب وسنت کے اندر صریح نص نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں ایک مجتہد ہی اپنے علمی اجتہاد اور قیاس سے مسئلے کو حل کرتا ہے۔ لہٰذا اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کیلئے کھلا ہے، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ حدیث ہے:

«إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها»

(الحديث صحيح أخرجه أبو داود والحاكم والبيهقي)

"بیشک اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو ضرور بھیجے گا جو اسکے دین کی تجدید کرے گا۔"

سلفیت اور نقل اخبار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾(سورة الحجرات:6)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔"

اس آیت کریمہ کی روشنی میں سلفی پہلے ہر خبر کی

تحقیق کرتے ہیں، پھر اس پر کوئی حکم لگاتے ہیں، محض کسی کے تعلق سے خبر سن کر ہی اس پر اس پر بھروسہ نہیں کرلیتے، اور نہ ہی یہ کسی افواہ اور پروپیگنڈے کے پیچھے یہ بھاگتے ہیں۔

سلفیت اور تکفیر

سلفی مطلق طور پر تکفیر کے منکر بھی نہیں ہیں اور نہ ہی ہر گناہ پر ہر کسی کی تکفیر کرتے ہیں، اور یہ بھی نہیں کہتے کہ تکفیر معین ممکن نہیں ہے، بلکہ اگر کسی کے اندر تکفیر کے شروط پائے جائیں اور وہ موانع سے خالی ہو تو اسکی تکفیر کے قائل ہیں۔

تکفیر کے شرائط

- اسے پتہ ہو کہ یہ عمل کفریہ ہے۔
- اس نے جان بوجھ کر کفریہ عمل کیا ہو یا کہا ہو۔
- اپنے اختیار سے کیا ہو مجبور ہو کر نہ کیا ہو۔

تکفیر کے موانع

- اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کفر ہے۔
- اس نے وہ بات تاویل کرکے کہی ہو، کفر کا عقیدہ نہ ہو۔
- اس نے وہ بات مجبور ہو کر کہی ہو یا کیا ہو۔
- اس نے اس کفریہ کام کو غلطی سے کیا ہو۔

سلفیت اور حاکم وقت

سلفی حاکم وقت کے ساتھ اسی سلوک اور برتاؤ کے قائل ہیں جس طرح کتاب وسنت میں انکے ساتھ سلوک کرنے کا حکم ہے۔ جب تک حاکم صریح کفر کا ارتکاب نہ کرے وہ اس کے خلاف خروج کے قائل نہیں ہیں، اور خروج کے اسباب موجود ہونے کے باوجود بھی اسی صورت میں خروج کے قائل ہیں جب حاکم کے مقابلے زیادہ قوت کے مالک ہوں تاکہ موجودہ فساد کے مقابلے زیادہ فساد کا اندیشہ نہ رہے۔

سلفیت اور ولاء وبراء

سلفی کسی سے دوستی اور دشمنی صرف دین کی خاطر کرتے ہیں، وہ کسی جماعت، قوم یا فرد کو دین سے فوق تر نہیں سمجھتے۔ وہ ہر مومن سے اللہ کیلئے محبت کرتے ہیں اور ہر کافر سے اللہ کیلئے بغض رکھتے ہیں۔ حق اسی کو سمجھتے ہیں جس پر قال اللہ اور قال الرسول کی مہر ہوتی ہے۔

سلفیت اور شرک وبدعت

سلفی معاصی اور کبائر سے بالاتر نہیں البتہ سب سے زیادہ شرک وبدعات سے دور رہتے ہیں۔ سلفی اسی لئے بدعتی سے بھی دور رہتے ہیں:

1۔ اسے سبق سکھانے کیلئے اور دوسرے کو اس سے عبرت پکڑنے کی خاطر۔

2۔ اسکے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی صورت میں اس سے متاثر ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

سلفیت اور گروہ بندی

سلفی کسی طرح کی گروہ بندی کے قائل نہیں ہیں چاہے وہ فرقہ وارانہ اور مسلکی گروہ بندی ہو یا سیاسی اور سماجی گروہ بندی ہو، کیونکہ گروہ بندی دنیا و آخرت سب کیلئے تباہ کن ہے، کیونکہ گروہ بندی مشرکوں کا اعمال ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ * مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعاً كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾(سورۃ الروم 32:31)

"اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہوگئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔"

مزید ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعاً لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾(سورۃ الأنعام:159)

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔"

اسلام ہمیں ایک عقیدے، ایک منہج اور ایک امت کے ساتھ اتحاد کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾(سورۃ الانبیاء:92)

"بے شک یہ ہے تمھاری امت جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں، سو میری عبادت کرو۔"

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (سورۃ آل عمران:103)

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔"

شیخ ابو بکر زید کہتے ہیں:

"إِنَّ إنشاء أي حزب في الإسلام يخالفه بأمر كلي أو بجزئيات لا يجوز، ويترتب عليه عدم جواز الانتماء إليه، ولنعتزل تلك الفرق كلها، وعليه فلا يجوز الانصهار مع راية أخرى تخالف راية التوحيد بأي وجهٍ كان من وسيلة أو غايـة. ومعاذ الله أن تكون الدعوة على سنن الإسلام مِظَلَّة يدخل تحتها أي من أهل البدع والأهواء، فيُغَض النَّظر عن بدعهم وأهوائهم على حساب الدعوة" (حکم الانتماء:153)

"مفہوم: اسلام کے اندر پارٹی بنانا یا اس کی طرف منسوب ہونا کسی طرح جائز نہیں، توحید کا جھنڈا ہمارے لئے کافی ہے، اللہ کی پناہ ایسی پارٹی کی طرف دعوت دینے سے جس کے اندر اہل بدعت کے

سارے لوگ موجود ہوں۔"

سلفیت اور خفیہ تنظیم

اخوانیوں کی طرح سلفیت خفیہ اور پر اسرار تنظیموں کا قائل نہیں ہے، سلفیوں کی دعوت روز روشن کی طرح واضح ہے، انکے یہاں کوئی پر اسراریت نہیں ہے، منہج سلف کے مطابق کتاب وسنت کی دعوت دیتے ہیں، منبر و محراب کو اپنا وسیلہ بناتے ہیں۔ سماج کا ہر فرد انکی دعوت میں شامل ہوتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اعبد الله ولا تشرك به شيئاً، وأقم الصلاة...وعليك بالعلانية وإياك والسر" رواه ابن أبي عاصم فی السنة بإسناد جيد.

"اللہ کی عبادت کرو، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو۔۔۔ کھلے پن کو لازم پکڑو اور رازداری سے بچو۔"

سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کہا:

"إذا رأيت قوماً يتناجون فی دينهم بشيء دون العامة فاعلم أنهم على تأسيس ضلالة" رواه أحمد فی الزهد.

ترجمہ: جب کچھ لوگوں کو دیکھو کہ وہ لوگوں کو چھوڑ کر دین کے معاملے میں تنہائی میں بیٹھ کر سرگوشی کر رہے ہیں تو جان لو یہ لوگ گمراہی کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔

سلفیت اور بیعت

اسلام کے اندر بیعت یا تو حاکم وقت کیلئے ہے یا جہاد کے وقت شہادت یا فتح کیلئے۔۔ اس کے علاوہ تیسری کوئی بیعت نہیں ہے، آیات واحادیث میں انہیں دونوں کا تذکرہ ہے۔

سلفیت اور جہاد

سلفی جہاد کی کوئی تاویل نہیں کرتے بلکہ اسے اسلام کی سربلندی کی نشان مانتے ہیں، البتہ حاکم وقت کے ماتحت نہ کہ مجہول جھنڈے کے تحت۔ سلفی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا اسکا حکم کبھی ختم نہیں ہوگا۔

سلفیت اور نفاذ شریعت

سلفیت کا یہ عقیدہ ہے کہ نفاذ شریعت جس طرح ہر فرد مسلم پر واجب ہے اسی طرح مسلم حاکم پر بھی واجب ہے۔ نفاذ شریعت کی آیتیں دونوں کیلئے عام ہیں، وہ صرف حکام کیلئے خاص نہیں ہیں۔

بلکہ ان آیتوں کا تعلق شخصی زندگی سے زیادہ متعلق ہے، شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والإنسان متى حلل الحرام المجمع عليه، أو حرم الحلال المجمع عليه، أو بدل الشرع المجمع عليه، كان كافراً مرتداً، باتفاق الفقهاء، وفی مثل هذا نزل قوله على أحد القولين:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (المائدة:الآية44) أی هو المستحل للحكم بغير ما أنزل الله".

"مفہوم: ایک مسلمان جب حلال کردہ کسی چیز کو حرام اور حرام کردہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے، ایسے ہی پس منظر میں نفاذ شریعت والی آیت کا نزول ہوا تھا، یعنی وہ غیر شریعت کو حلال سمجھ کر فیصلہ کرتا ہے۔"

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين
وصل الله على نبينا محمد و على آله وسلم

☆☆☆

فجر کی سنتوں کی قضا

قال الشيخ ابن عثيمين:

قضاء سنة الفجر بعد صلاة الفجر لا بأس به على القول الراجح، ولا يعارض ذلك حديث النهي عن الصلاة بعد صلاة الفجر؛ لأن المنهي عنه الصلاة التي لا سبب لها؛ ولكن إن أخر الإنسان قضاءها إلى الضحى، ولم يخشَ من نسيانها أو الانشغال عنها فهو أولى.

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

راجح قول کے مطابق نماز فجر کے بعد فجر کی قضا سنتیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ یہ اس حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں فجر کے بعد نماز کی ممانعت ہے کیوں کہ ممنوع نماز وہ ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو- تاہم اگر انسان ان سنتوں کو نماز چاشت تک موخر کر لے اور بھولنے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔" (ارکان الاسلام، ص:432)

☆☆☆

توحید اصل ایمان ہے

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: التوحيد أصل الإيمان وهو الكلام الفارق بين أهل الجنة وأهل النار وهو ثمن الجنة ولا يصح إسلام أحد إلا به.

"توحید اصلِ ایمان ہے؛ یہی جنتیوں اور دوزخیوں کے مابین وجہِ امتیاز اور جنت کی قیمت ہے- توحید کے بغیر آدمی کا اسلام درست نہیں ہے۔"

(مجموع الفتاوی:24/235)

☆☆☆

پہلا خطبہ:

ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، اتحاد و اتفاق سے بھرپور اُس کے احسانات پر دل کی گہرائی سے اُس کی ایسی حمد کرتے ہیں جس سے دل سرشار ہے۔ روز افزوں فضل و احسان پر معبود کے لئے حمد کے بعد حمد ہے۔ اے ہمارے معبود! ہم تیرے لئے ہر لمحہ شکر گزار ہیں۔ ہم قیامت کے دن اُس کے ثواب کی اُمید کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ایسی گواہی جو روح کو روشنی و نور کے ذریعے پاک کرے اور جس کے ذریعے ہم تہ بہ تہ سات آسمانوں کو عبور کریں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اکرم محمد ﷺ سب سے عظیم شریعت کے ساتھ بھیجے گئے جس کی روشنی زمان و مکان پر چھا گئی۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں۔ آپ ﷺ اصل و نسل کے اعتبار سے پاکیزہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا درود و سلام نازل ہو آپ ﷺ پر۔ آپ ﷺ نے اتحاد کی رغبت دلائی اور طلاق سے ڈرایا۔ اور درود و سلام نازل ہوں آپ ﷺ کی نیک و پاکیزہ آل پر جو منافست اور مقابلہ آرائی کے ساتھ بلندیوں کی طرف راغب ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے اُن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جنھوں نے علم کے ذریعے پختہ اصلاح کی۔ بلندیوں کی طرف بصیرت و روانی کے ساتھ تیزی سے بڑھے۔ پھر تابعین پر جو انعام کرنے والے خلّاق سے جنتوں کی امید کرتے ہوئے حق کے ساتھ اُن کی اتباع کریں۔ اور خوشگوار و پاکیزہ، سازگار و طویل سلامتی ہو۔

امابعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اُس کا تقویٰ عظیم ترین بندھن ہے۔ گھٹاٹوپ تاریکی میں منور کرنے والی روشنی ہے۔ تو جس نے اُسے مضبوطی سے تھاما وہ کامیاب و کامران اور فائق ہوا اور اللہ کی قسم! اُس نے سعادت کا نہایت ہی عمدہ مزہ چکھا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾(سورۃ النساء:1)

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔"

اے مسلمانو!

روزانہ کے سلگتے ہوئے سماجی مسائل اور عالمی خاندانی مشکلات میں ایک ایسا مسئلہ نمودار ہوتا ہے جس کا علاج روشن شریعت نے نہایت عمدہ طریقے اور انوکھے انداز میں کیا ہے۔ وہ ایسا مسئلہ ہے کہ جسے صرف چیدہ افراد جو کہ عالم ہوں، دقیق فہم و فراست اور اعلیٰ صفات کے حامل ہوں وہی حل کرسکتے ہیں۔ وہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کے بارے میں حالات اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ بلند و بالا گھروں کو چٹیل میدانوں میں تبدیل کردیتا ہے۔ وہ حسرت و بے خوابی، بے چینی اور سوزش پیدا کرتا ہے۔ اور اُس کی وجہ سے جدائی و غم اور ملال کے بکھرے ہوئے بادل خاندانوں پر منڈلاتے ہیں۔ اُس نے کتنے ہی یکجا لوگوں کو منتشر کردیا اور کتنے آنسو بہائے، کتنی خواتین کو بیوہ بنایا، بچوں کو الگ کیا۔ بہت سارے آباد گھروں اور جڑے ہوئے خاندانوں کو ایسا ناقابل برداشت عذاب بنادیا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ وہ طلاق اور جدائی کا مشغلہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

مسلمانو! حالیہ وقت میں طلاق کے معاملات بڑھ گئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے معمولی اسباب کی وجہ سے طلاق دینے کو معمولی بات سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق میں جلد بازی سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

﴿وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾(سورۃ الطلاق:1)

"یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا، تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کردے۔"

شوہروں اور بیویوں کی جماعت!

میاں اور بیوی دو معزز ساتھی ہیں۔ خاندان کی بنیادیں اور اُس کی امین ہیں، اُن دونوں کے مابین محبت و رحمت رکھی گئی ہے۔ تاکہ رشتہ باقی رہے اور پھلتا پھولتا رہے۔ مزید یہ کہ گھر کے اندر اُنسیت اور ہم

آہنگی کا ماحول ہمیشہ قائم رہے اور اختلاف و ناچاقی کا خاتمہ ہو جائے۔ اسی لئے اسلام نے نکاح کے بندھن کو بلند کیا۔ اس لئے کہ یہ دو خاندانوں کے مابین مضبوط رشتہ اور میاں بیوی کے مابین سخت عہد وپیمان ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾ (سورۃ النساء:21)

"حالانکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد وپیمان لے رکھا ہے۔"

یہ ایسا مضبوط بندھن ہے کہ جس کا توڑنا آسان نہیں ہے۔ تو اسلام ہر خاندان کا نظام اور ہر گھر کا منہج ہے۔ اسلام طلاق کے شعلوں کو بجھانے اور خوف کے بھیانک بھوت کو شکست دینے کے لئے آیا ہے تاکہ خاندان کے اوپر محبت و نرمی اور شفقت کا جھنڈا لہرائے۔ اُس اتحاد، رحمت واحسان کا سورج چمکے ، چہروں پر محبت بھری مسکراہٹ، نرم کلمات، شفیق و محسن نگاہیں اور اُبھرتے ہوئے جذبات چھائے رہیں جن کا دونوں فریق تبادلہ کریں۔ والدین جن سے خوش ہوں اور اُن باتوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان شامل ہے اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے آرام پاؤ۔ اُس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی۔ یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اِن میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

اے مؤمنو!

معزز شوہروں اور معزز بیویوں کو جان لینا چاہیئے کہ سعادت، سچے اور خالص معاملہ اور صبر پر مبنی خوشگوار بُود وباش کی خوبصورتی میں ہے۔

اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (سورۃ النساء:19)

"ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود وباش رکھو، گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو، اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کر دے۔"

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے سب سے بہتر ہے۔ اور میں تم میں اپنے اہل کے لئے سب سے بہتر ہوں۔"

اے اللہ کے بندو!

اُمتِ اسلام باوجود اِس کے کہ اسلام نے خاندان کے محل کو بُلند کرنے کے لئے اور اُسے آزمائش و پریشانی ، مصیبتوں اور راستوں کی رکاوٹوں سے محفوظ رکھنے کے لئے نشانات اور بنیادیں مقرر کی ہیں لیکن انسان کی فطرت میں ناسازگاری، کمی غلطی اور فتنہ زدہ ہونا طے کر دیا۔ تاہم اُن میں سب سے مثالی اور کامل وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کے پاس رُک جانے والے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ﴾ (سورۃ الحج:30)

"یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے۔"

اس لئے کبھی کبھی پر امن و خوش گھرانے ایسی آندھیوں اور طوفان کی زد میں آتے ہیں جو اتحاد کو پارہ پارہ کرتے اور اختلاف و فراق کے بیج بوتے ہیں اور اُن طوفانوں میں سب سے زیادہ عام و خطرناک ہیجان و غصہ ہیں جو سب سے بُری ہلاکت تک لے جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بصیرتوں کو روشن فرمائے اور ضمیروں کی اصلاح فرمائے۔ غصہ خاندان کے لئے زلزلہ اور بُردباری اُس کی مرہم پٹی ہے۔ طیش ناآہنگی ہے اور صبر اُس کا ستون ہے۔ سب سے تلخ زندگی اُن لوگوں کی ہے جو سب سے زیادہ طیش و غصے والے ہیں اور جو چیز حسرت و افسوس کا باعث بنتی ہے اور علاج و معالجہ کرنے والوں کو بھی پریشان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ

کچھ میاں بیوی اپنی مشکلات و اختلافات کا حل طلاق کے علاوہ کسی چیز میں نہیں دیکھتے، اُنہیں طلاق کے علاوہ کوئی چیز نہیں سوجھتی حالانکہ ایسا کرنا باری تعالیٰ کے احکامات کے خلاف ہے۔

امام بخاری و امام مسلم نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"عورتوں سے اچھا سُلوک کرو اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اُوپر کا حصہ ہوتا ہے تو اگر تم اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اُسے توڑ ڈالو گے لیکن اگر اُسے یوں ہی چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہٰذا عورتوں کے ساتھ اچھا سُلوک کرو۔"

اے معزز شوہروں اور اُن کی بیویو!

یاد رکھو کہ جلد بازی میں دی جانے والی طلاق آتش فشاں کا لاوا ہے جو خاندان کے ڈھانچے اور اُس کے اُنس و قرار، تسکین و استحکام کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ جلدی میں دی جانے والی طلاق نہ صرف زوجین کو متاثر کرتی ہے بلکہ اُس کا ضرر بچوں تک بھی پہنچتا ہے۔ پھر میاں بیوی کے خاندانوں اور پھر معاشرے تک پہنچتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے طلاق کو ناپسند کیا ہے۔ اُس کے بُرے انجام اور ہلاکت خیز سنگین اثرات کی وجہ سے اُس سے نفرت دلائی ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی چیز کو حلال نہیں کیا جو اُس کے نزدیک طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔"

تو اے طلاق کا اعلان کرنے والو! اور طاقت و بے باکی سے اُس میں داخل ہونے والو! عقل و سنجیدگی سے کام لو۔ اے سرگردانی جو آگ سے میٹھا پانی طلب کرے اور چٹیل میدان میں شادابی تلاش کرے۔ نیند سے خواب کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تو بیدار ہو جاؤ اور اللہ تمہیں نیند کے شر سے بچائے۔

تو کتنے ہی خاندان ہیں جو چوٹی و بلندی سے پریشانی و آگ کی کھائی تک پہنچ گئے۔ جبکہ وہ سعادت میں ایسے تھے جیسے زمانے کی پیشانی پر چمکتا روشن نشان۔ یہ ہے حکیمانہ ربانی منہج جس نے اِس مسئلے کا تریاق و علاج پیش کیا ہے۔ اُسے روحوں اور حلقوں میں فُرات کے میٹھے صاف پانی کی طرح ساز گار بنایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِن تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾(سورۃالنساء:128)

"اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بد دماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں۔ صلح بہت بہتر چیز ہے، طمع ہر ہر نفس میں شامل کر دی گئی ہے۔ اگر تم اچھا سلوک کرو اور پرہیز گاری کرو تو تم جو کر رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ پوری طرح خبردار ہے۔"

اور جیسا کہ معزز نبوی ہدایت اور حکیمانہ رہنمائی ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کے ذریعے مروی حدیث میں وارد ہوئی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے، اگر اسے اس کی کوئی عادت نہ پسند ہو تو دوسری پسندیدہ ہوگی۔ اس حدیث میں شوہروں اور بیویوں کے مابین غلطیوں کے علاج اور لغزشوں کے تدارک میں بلیغ حکمت اور پختہ نصیحت ہے۔ اُس میں اجابیت و صلبیت، حسنات و سیئات اور نقائص و کمالات کے مابین منصفانہ اور عقلمندانہ موازنہ ہے۔ تو کونسا ایسا شخص ہے جس نے کبھی کوئی غلطی ہی نہیں کی اور کونسا ایسا شخص ہے جو صرف اچھائی ہی کرتا ہے۔ اُس کے ذریعے باہم تعلق قائم رہتا ہے شفافیت مستحکم ہوتی ہے اور ہر غصے اور مشقت کی جگہ خوشحالی لے لیتی ہے۔ اچھی تنقید اور بصیرت آمیز گہری نگاہ بکھرے ہوئے خاندان اور ٹوٹے ہوئے سماج کو استحکام و دُرستگی اور سیادت و کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔

اللہ کی قسم! اگر محبت نہ ہوتی تو لوگوں کے دل خالی و بیابان ہو جاتے، اُسی کے ذریعے ہم اور ہمارے احساسات موم کی طرح پگلے حالانکہ وہ بہت سخت تھے۔

مؤمنو! محبوب اور محب کے درمیان مصیبتوں کی تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے طلاق کے معاملے میں اصلاح کے ضابطوں میں سے یہ ہے کہ علام الغیوب کی توفیق کے بعد باشعور و تجربہ کار عقلمند و منور ذہن افراد کے ہاتھوں میں لگام دی جائے تاکہ بہا لے جانے والے تکلیف دہ جذبات کی لگام کو پکڑ سکیں اور وہ اس طرح کہ زوجین کے گھر والوں کی طرف سے دو معزز حکم کو بھیجا جائے اور وہ دونوں ہوشیار و ماہر اور ذہین و راست باز ہوں۔ اس لئے کہ لوگ تو بہت ہیں لیکن ماہرین کم ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾(سورۃالنساء:35)

"اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرا دے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا پوری خبر والا ہے۔"

اگر اصلاح کامیابی و نجاح کی طرف لے جائے تو خاتون کے لئے طلاق کے مطالبے پر اصرار کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"اگر کسی عورت نے بغیر کسی سبب کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا تو اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"

(مسند احمد، سنن ابو داؤد)

امتِ اسلام! اے والدین! اے میاں بیوی!

کبھی کبھی طلاق کے وقوع اور اُس کے جلا دینے والے شعلے کی گرمی کے سامنے حائل ہونا بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے کہ اگر بغیر استقرار کے زندگی کا جاری رہنا حتمی ہو تو ایسی صورتِ حال نامرادی، ہلاکت اور مصیبت و تباہی کا ذریعہ ہوگی۔ اسی لئے اسلام نے جس تلخ کڑوی بیماری کو خصوصی ضوابط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے وہ طلاق ہے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿ وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا﴾(سورۃالنساء:130)

"اور اگر میاں بیوی جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے نیاز کر دے گا، اللہ تعالیٰ وسعت والا حکمت والا ہے۔"

اے مومنو!

طلاق کے مسائل کے پھیلاؤ کے اسباب کی تحقیق کرنے والا پاتا ہے کہ اُس کے نہایت اہم و عام اسباب میں سے شریعت کے احکام کی معرفت میں کوتاہی، پریشانی و تنازع کے ظہور کے وقت باہمی افہام و تفہیم اور گفت و شنید کا غائب ہونا، دوسروں کی باتوں کو دھیان سے نہ سننا، اکڑ اور ہٹ دھرمی کو نہ چھوڑنا، جانبدارانہ اور ظالمانہ رائے سے چپکے رہنا، بے

تکلفی کو چھوڑدینا اور صبر کا ختم ہوجانا،طرفین کے مابین نفسیاتی و فطری اختلاف کا اعتبار کئے بغیر افعال و اقوال میں مثالی اطوار کا مطالبہ کرنا ہے۔

طلاق میں جلدی نہیں کرتا مگر وہ شخص کہ جس نے اپنے بے لگام جذبات کی پیروی کی اور اُس کی اطاعت کرتا رہا اور اپنی عقل کی طاقت کو ختم کردیا یا اُسے ضائع کربیٹھا تو ایسا شخص ہی طلاق میں جلد بازی کرتا ہے اور جذبات کی پیروی کرتا ہے اور اپنے معاملات میں اُسی کی اطاعت کرتا ہے۔اللہ المستعان

اے شوہرو!اور اے بیویو!

اپنے نفس اور اپنے گھروں،اپنے بچوں اور اپنے ساجوں کے متعلق اللہ سے ڈرو۔

اے معزز بیویو!

شوہر کے سلسلے میں تم اللہ سے ڈرو۔ تم اُس کے لئے بستر بن جاؤ اور وہ تمہارے لئے اوڑھنی بن جائے گا۔نرمی و قناعت سے اُس کے ساتھ بات چیت کرو۔ اچھے سمع و طاعت کے ذریعے اُس کے ساتھ زندگی گزارو۔جب تک تم اُس کا حد درجہ احترام و تعظیم کرتی رہوگی وہ تم سے بہت زیادہ محبت و عزت کرتا رہے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”جب عورت پانچ وقت کی نماز ادا کرے،رمضان کا روزہ رکھے،اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اُس سے کہا جائے گا کہ تم جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہوجاؤ۔“

اے مبارک شوہرو!

بیوی کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔تم عقلمند و تجربہ کار بن جاؤ جو اپنے اہل کے لئے عذر تلاش کرتا ہے۔تم اس بات سے بچو کہ اُن کی لغزشیں اور کوتاہیاں تلاش کرو بلکہ نرمی و خوش دلی کے ساتھ اُس سے ملو۔ اور بیوی کو چاہیئے کہ وہ تمہارے گھر میں متکبر اور بھکی ہوئی ہونے سے بچے۔یقیناً اہلِ علم مفتیانِ کرام نے تمہاری رہنمائی کی ہے۔سختی و تنگی کے وقت اُن کی مددگار بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ سب ہی لوگوں کو اُن کاموں کی توفیق عطا فرمائے جنہیں وہ پسند کرتا ہے اور جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔اور ہمیں اُن چیزوں سے بچائے جو اُسے ناراض کرتی ہیں اور جن سے وہ منع کرتا ہے۔وہ دلوں کی اصلاح فرمادے،راہوں کو روشن کردے،ہر طلب کو پورا فرمادے،وہ اُس کا مالک اور اُس پر قادر ہے۔

میں اپنی یہ بات کہہ رہا ہوں اور اللہ سے ہر گناہ و خطا کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن مجید کے طریقے اور نبی کریم ﷺ کی سنت سے فائدہ پہنچائے۔ آپ اس سے مغفرت طلب کریں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کریں بیشک میرا رب قریب اور قبول کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اُس نے ہمیں قسم قسم کی نعمتوں،بھرپور رحمتوں اور مہربانیوں سے نوازا میں گواہی دیتا ہوں کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ اکیلا ہے،اُس کا کوئی شریک و ثانی نہیں۔حق کے ساتھ ایسی گواہی جس کے ذریعے ہم بار بار شکر و اعتراف کرتے ہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ

ہمارے نبی محمد ﷺ خصائل و اوصاف کے اعتبار سے مخلوق میں سب سے معزز ہیں۔درود و سلام نازل ہوں اُن پر،اُن کی نیک و پاکیزہ آل و اولاد پر،اور اُن کے اُن صحابہ کرام پر جو تقویٰ سے مانوس تھے،اور تابعین پر اور جو حق کے ساتھ اُن کی پیروی کریں، رحمان سے قربت و نزدیکی کی امید رکھیں اُن پر۔اور قیامت کے دن تک بہت زیادہ سلامتی نازل ہو۔

امابعد!

اللہ کے بندو!اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔اس لئے کہ اُس کا تقویٰ دل کو رحمت و روشنی سے آباد کردیتا ہے۔ گھروں اور جوارح کو چمک سے اور خاندانوں کو الفت و ملنساری کے ذریعے پاکیزہ کردیتا ہے۔جان لو کہ طلاق کے کچھ احکام ہیں جن کا جاننا واجب ہے۔چنانچہ شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر علم و بصیرت کے جیسے چاہے ویسے طلاق دے۔طلاق کی سمجھ میں سے یہ ہے کہ طلاق حسنِ سلوک کے ساتھ دی جائے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ﴾(سورۃالبقرۃ:229)

”یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں،پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑدینا ہے۔“

اور احسان میں سے یہ ہے کہ

زیادتی اور ظلم کرنے اور مصیبت پر خوش ہونے اور بدلہ لینے کے اظہار سے بچا جائے۔احسان میں سے یہ ہے کہ بچوں پر بغیر بُخل و کنجوسی کے کشادگی کے ساتھ خرچ کیا جائے۔

احسان میں سے یہ ہے کہ

لغزشوں اور غلطیوں کو بھلا دیا جائے۔جو ماضی میں ہو اور جو گزر گیا اُس کے پیچھے پڑنے کو چھوڑ دیا جائے۔طلاق کے فقہی پہلو میں سے جو چیز نہایت اہم و عظیم ہے وہ یہ ہے کہ طلاق کی دو قسمیں ہیں:

طلاقِ سنت — طلاقِ بدعت

سنت طلاق وہ ہے جو طلاق کے اردے کی صورت میں واجبی طور پر واقع ہوتی ہے۔اور اُس کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کو اُس طہر میں ایک طلاق دیجائے جس میں اُس سے جماع نہیں کیا ہے۔شوہر اگر اس طریقے کے مطابق طلاق دیتا ہے تو یہ طلاق دُرست اور سنت کے مطابق ہوگی اور اسی طریقے کو اختیار کرنے کی

شریعت نے اجازت دی ہے اور اسے بہتر قرار دیا ہے۔
پھر جہاں تک طلاقِ بدعت کی بات ہے تو اُس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی وقت میں عورت کو ایک سے زائد طلاق دے دی جائے یا اس طرح کہا جائے: تمھیں تین طلاق۔ یا اُسے حیض کی حالت میں طلاق دے دی جائے یا اُسے اُس طہر کی حالت میں طلاق دی جائے کہ جس میں اُس سے جماع کیا ہے۔ تو ایسا کرنے والا گناہ گار ہو گا۔ ایسا شخص حرام کام کا ارتکاب کرنے والا ہو گا۔ تو کیا طلاق دینے والوں نے ان احکامات کو سمجھا یا انہوں نے بغیر لگام و نکیل کے طلاق دے دی۔

اے مسلمانو!
درآنے والی بُرائیوں اور سنگین محرمات میں سے طلاق کے بعد پروگراموں کا انعقاد کرنا کیا یہ صبر وافسوس او رہازیابی کا موقع ہے یا خوشی و فرحت کا مقام۔ تم دونوں پر تمہارا رب رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق سے نوازے۔

اے وہ لوگو! جنھیں طلاق کا سامنا ہے یا وہ جو اس مرحلے کی سختیوں سے نبرد آزما ہیں، صبر کریں طلاق زندگی کا آخری مقام نہیں ہے بلکہ زندگی کی راہیں کھلی ہیں اور ان شاء اللہ بہتر سے بہتر کی آپ امید کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق سے نوازے۔ یہ خاندان اور طلاق کے معاملے میں بعض آداب اور تدابیر ہیں۔ تو اہلِ علم اور نمایاں شخصیات اور باحیثیت اور شریف افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ طلاق کے بوجھ اور جدائی کے اثرات کو کم کرنے کے لئے معاون و مددگار بنیں۔ اس لئے کہ خاندان کو طلاق اور جُدائی سے بچانا عظیم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اُس کے لئے راہ ہموار کرنا عظیم ترین نیکیوں میں سے ہے۔ اس لئے کہ وہ پُر امن ترقی کرنے والے اور شاندار مصلح معاشرے کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر رحم فرمائے۔ اور جان لو کہ جس نے اُس چیز کی اصلاح کی جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے حال و مال کی اصلاح فرمادے گا۔ اس کی بیوی بچے کی اصلاح کردے گا۔ اُسے اُس کی مراد میں سعادت و کامیابی عطا فرمائے گا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:
﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا﴾(سورة الطلاق:2)
"اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔"
اللہ تعالیٰ آپ سب پر رحم فرمائے۔
اور درود بھیجو اُس پر جو سارے جہان میں مقام و مرتبے کے لحاظ سے بُلند ہے، جو آل و اولاد اور صحابہ کرام کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے۔ ایسا دُرود جو مشک و خوشبو کو معطر کردے، جیسا کہ تم کو عزیز حمید نے اپنی کتابِ مجید میں حکم دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾(سورة الاحزاب:56)
"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔"
اللہ اور فرشتے سب مخلوق کو نیکی کی طرف بُلانے والے پر دُرود بھیجتے ہیں اور اُن کی نیک اولاد کے لئے ایسی تعریف ہے جسے میری روشنائی دل کے نور سے تحریر کرے۔

اے اللہ تو درود و سلام نازل فرما اپنے نبی کرم محمد ﷺ پر اور تو راضی ہوجا ان کے چاروں خلفاء راشدین ابو بکر، عمر، عثمان، علی سے اور ان تمام سے جو ان کی اچھی طرح اتباع کریں۔ یا کریم یا وہاب۔
اے اللہ! تو اسلام کو اور مسلمانوں کو عزت و عظمت عطا فرما۔
اے اللہ! تو اسلام کو غالب کردے اور مسلمانوں کی مدد فرما۔ اور شرک و مشرکین کو ذلیل و رسوا کردے اور دینِ اسلام کے دشمنوں کو نیست و نابود کردے۔
اے اللہ! تو اس ملک کو امن و اطمنان، ہمدردی و سخاوت، اتحاد و بھائی چارے سے بھر دے اور اسی طرح باقی تمام مسلم ممالک کو بھی۔
اے اللہ! ہم تجھ سے سوائے خیر کے اور کسی چیز کا سوال نہیں کرے تو ہمیں خیر عطا فرما۔ اور جس چیز کا تجھ سے سوال نہیں کرتے اس کی ابتلاء سے محفوظ فرما۔
اے اللہ! اپنے بندے خادم الحرمین شریفین کو ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہو جاے۔
اے اللہ! تو اُن کے ولی عہد کو بھی بھلائی اور اپنی خوشنودی کے کاموں کی توفیق عطا فرما اور اُن پر استقامت دے۔
اے اللہ! تو فلسطین کی اور اہلِ فلسطین کی مدد فرما ان کی نصرت فرما ان کی حفاظت فرما۔
اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔ اللہ کے بندوں! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے عدل و انصاف کا اور قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا اور ہر قسم کی بے حیائی اور نافرمانی سے بچنے کا۔

☆☆☆

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"تمام تر خیر و برکت آدابِ رسول اللہ ﷺ کے اتباع اور آپ ﷺ کے حکموں کی بجا آوری میں ہے۔"
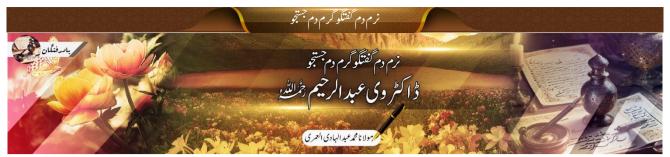
1978ء کی بات ہے۔ شہرۂ آفاق درسگاہ مدینہ یونیورسٹی میں ہمارا پہلا تعلیمی سال تھا، آڈیٹوریم ہال میں طلبہ اور شیوخ کی بڑی تعداد جمع تھی۔ آج کا محاضرہ، لیکچر ڈاکٹر ف عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ دینے والے تھے۔ مختلف مشاہیر علم کے متنوع عنوانات پر لیکچرز اس ہال میں منعقد ہوا کرتے تھے، آج کے لیکچر کا عنوان 'الدخیل فی اللغۃ العربیۃ' عربی زبان میں غیر عربی الفاظ کی درآمد نہایت علمی اور تحقیقی موضوع پر ڈاکٹر عبد الرحیم نے اس انداز سے اظہار خیال کیا کہ طلبہ اور شیوخ بڑی دلچسپی سے سنتے رہے۔

اہل علم کے اجتماع کی گفتگو عوامی دروس سے بہت مختلف ہوتی ہے، اس علمی اور تحقیقی مقالہ کے اختتام پر دعائیہ کلمات کہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عربی زبان کے حوالے سے میری ان خدمات کو فہم قرآن وحدیث کا ذریعہ بنائے۔ شاید یہ قبولیت کا وقت ہی رہا ہو گا کہ آپ کے سینکڑوں شاگرد اطراف عالم میں دعوت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں ان میں بیشتر اپنے اپنے علاقوں میں شائقین کو اسلامی تعلیمات سے قریب لانے کے لیے عربی زبان بھی سکھاتے ہیں اور اس کے لیے آپ کی ہی تصنیف 'دروس اللغۃ العربیۃ' کو تدریس کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے یہ انتہائی مفید کتاب ہے۔ عربی لغت پر مہارت خصوصاً اس زبان میں درآمدہ الفاظ کے متعلق آپ سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس مہارت کے لیے مختلف زبانوں پر عبور لازمی ہے۔ یہ معلوم کیا جائے کہ کس لفظ کی اصل کیا ہے اور وہ عربی مبین میں کیسے داخل ہوا، اس کے لیے ایک خاص ذوق کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ بہت سوں کو اپنی مادری زبان پر بھی اس حیثیت سے عبور نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ ہم طلبہ کے درمیان عربی زبان کے حوالہ سے گفتگو ہوتی تو عموماً ڈاکٹر صاحب ہی کا حوالہ دیا جاتا کہ آپ سے رجوع کر لیا جائے یا کوئی کہہ دیتا کہ ڈاکٹر ف کی تحقیق کے مطابق اس کی اصل یہ ہے، حالانکہ عرب ممالک سے آنے والے کثیر تعداد میں اساتذہ وہاں تھے، کسی غیر عربی شخص کے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی کہ ٹملنا ڈو کے ایک ٹاؤن وانمباڑی کے سپوت کا عرب شیوخ بھی اس مسئلہ میں حوالہ دیں، ویسے یہ حقیقت ہے کہ قیام مدینہ منورہ کے دوران بڑے نامور اساتذہ کو صاحب کمال لوگوں کی صلاحیتوں کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرتے ہوئے ہم نے سنا، یعنی اعتراف حق کو وہاں کے پروفیسرز، علماء اور شیوخ عار نہیں سمجھتے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم نوے فی صد طلبہ غیر ملکی ہوتے ہیں جو دنیا کے تقریباً ایک سو ممالک سے وہاں پہنچتے ہیں، ان میں ایک بڑی تعداد ایسے طلبہ کی ہوتی ہے، جن کی عربی زبان قدرے کمزور ہوتی ہے۔ یونیورسٹی کے اصل کورس میں داخلہ کے لیے عربی میں دسترس ضروری ہے، اس لیے انہیں شعبۃ اللغۃ العربیہ میں ایک، دو سال گزارنے ہوتے ہیں، تاکہ ان کی زبان یونیورسٹی کے مطلوبہ معیار کے مطابق درست ہو جائے، اس اہم شعبہ کے عرصہ تک مدیر ڈاکٹر صاحب ہی تھے، یوں ایسے نَو وارد طلبہ کو آپ کی شاگردی کا براہ راست موقع ملتا، پھر یہ رشتہ اتنا مضبوط ہو جاتا کہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد جب وہ اپنے اپنے وطن لوٹتے وہاں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے ساتھ عربی زبان کی تعلیم پر بھی توجہ دیتے اور اس کے لیے عموماً آپ ہی کی تصنیف 'دروس اللغۃ العربیہ' کو بنیاد بناتے۔ سن 80 کی دہائی میں جامعہ اسلامیہ کی جانب سے عربی زبان کی تعلیم کا ایک جامع پروگرام بنایا گیا، سالانہ چھٹیوں کے موقع پر مختلف اساتذہ کئی ممالک بھیجے جاتے رہے۔ دو تین ہفتوں کے قیام کے دوران وہاں کے باذوق طلبہ ان سے خوب مستفید ہوتے، یہ دورے عربی زبان کے علاوہ دینی تعلیمات کی اشاعت کا ذریعہ ثابت ہوتے، شیوخ مدینہ کی آمد کی مناسبت سے مختلف دینی دروس اور اصلاحی پروگرامز بھی منعقد ہوا کرتے، ڈاکٹر ف کئی مرتبہ یورپ، کینیڈا کا سفر کر چکے ہیں، وہاں آج بھی ان کی شاگردوں کی بڑی تعداد اپنے محسن ومربی کی وفات پر اشکبار ہے۔

میں 1980ء کی سالانہ چھٹیوں میں حیدر آباد آیا ہوا تھا، اطلاع ملی کہ مدینہ یونیورسٹی کے دو اساتذہ حیدر آباد دکن کی لائبریریوں سے استفادہ کے لیے تشریف لائے ہوئے ہیں، یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب جیبوں میں چھوڑیئے گھروں میں بھی فون کی سہولت کم ہی ہوتی تھی، یہ دونوں بزرگ ہمارے گھر تشریف لے آئے، میں گھر پر نہیں تھا، والد گرامی اور برادر اکبر مولانا عبد الرحمٰن ندوی نے استقبال کیا، کافی دیر غریب خانہ پر بیٹھے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے، بھائی صاحب جو کہ ندوی اور عربی ادب میں ایم او ایل ہیں، وہ خود ہی شیخ ڈاکٹر ربیع بن ہادی

المد خلی سے ہم کلام تھے اور والد صاحب ڈاکٹر ف عبد الرحیم کے ساتھ جب میں گھر پہنچا تو کیفیت یہ تھی کہ

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

بشیر باغ میں واقع ایک ہوٹل میں ان کا قیام تھا، تقریباً 10 روز شہر کی قدیم لائبریریوں کی خاک چھانتے رہے، ان دونوں بزرگوں کے ساتھ اخیر تک میں شامل رہا، اس وقت جامعہ اسلامیہ کی طرف سے یہ پروگرام ترتیب دیا گیا تھا کہ دنیا بھر کی لائبریریوں میں پائی جانے والی نایاب اسلامی کتب خصوصاً مخطوطات جمع کر کے یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں محفوظ کیے جائیں، بعد میں یہ سلسلہ حکومت سعودی عرب کی زیر نگرانی چلتا رہا، تاکہ یہ علمی ذخیرہ ضائع ہونے سے بچ جائے، اس علمی نعمت کا وافر ذخیرہ حیدر آبادی کتب خانوں میں موجود تھا، اس کا اندازہ راقم کو بھی اس دورہ میں ہوا کہ حیدر آباد کے علم دوست احباب نے اس علمی ذخیرہ اور نایاب کتب کو جمع کرنے میں کتنی جانفشانی سے کام لیا اور کس قدر دولت خرچ کی، اس سلسلہ میں لوگ آصفیہ لائبریری کو جانتے ہیں، بلاشک وشبہہ اس عظیم لائبریری میں نہایت قیمتی ذخیرہ تھا جو کہ اب گردش ایام کی نذر ہو رہا ہے، اس کے علاوہ اور بھی مختلف کتب خانوں میں بڑا ذخیرہ تھا جس سے خود اکثر حیدر آبادی بھی ناواقف تھے لیکن افسوس کہ اس علمی اور تحقیقی ذخیرہ کا ایک بڑا حصہ بے توجہی کی نذر ہو گیا۔

کتابوں کی تلاش کے دوران ہمیں روضۃ الحدیث کا پتہ چلا ، سعید آباد کے عقبی حصہ رین بازار میں یہ لائبریری واقع ہے، اس کے نام ہی سے اس کے مؤسس کے حسن ذوق کا پتہ چلتا ہے، تلاش بسیار کے بعد اس سے وابستہ ایک صاحب کا علم ہوا، ان کے دولت کدہ پر جب ہم تینوں پہنچے، صاحب خانہ بھی خوش گوار حیرت میں پڑ گئے، کیا اس لائبریری میں ایسی کتابیں ہیں جن کی تلاش میں یہ ہستیاں مدینہ منورہ سے تشریف لے آئی ہیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی، پھر ان کی ساری گفتگو کا نکتہ یہ تھا کہ آپ حضرات سرکاری طور پر کوشش کر کے یہ جگہ میرے نام واگزار کروایئے، میں اس میں موجود کتابوں کی دیکھ ریکھ کا حق ادا کروں گا۔ اس لائبریری میں موجود بعض کتب کی فہرست کسی قدیم مجلہ میں شائع ہوئی تھی، موصوف کے پاس مجلہ کا ایک نسخہ تھا، ہم نے بڑی منت سماجت کی کہ اس فہرست کی کاپی ہی ہمیں دے دیں تاکہ ہم جائزہ لے سکیں کہ اس میں ہمارے ذوق کی بھی کچھ کتابیں ہیں، لیکن وہ فہرست دکھانے کے لیے بھی تیار نہیں تھے، وہ اپنا ہی نکتہ پر زور انداز میں پیش کرتے رہے، اس در سے ناکامی ہوئی تو ہم نے وقف بورڈ کا رخ کیا، اللہ بھلا کرے، اس وقت کے ذمہ داروں کا، انہوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے استقبال کیا کہ ایک اہم وفد کتابوں کی تلاش میں ہمارے دفتر آیا ہے، ورنہ اکثر لوگ مال وزر کے سلسلہ میں اس ادارہ کا رخ کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم خود اس علمی ذخیرہ سے ناواقف ہیں، پھر انہوں نے صورت حال سے آگاہ کیا کہ روضۃ الحدیث کے مالک انتقال کر گئے، وہ لاولد تھے، اس لائبریری کے ساتھ کافی جگہ ہے، اس پر مختلف لوگوں نے قبضہ کرنے کی کوشش کی اور ہر مدعی اپنی نسبت مرحوم سے جوڑ رہا ہے، اس لیے اس جگہ کو وقف بورڈ نے سیل کر دیا، فیصلہ ہونے تک۔ رہا اس کی لائبریری اور اس میں موجود کتابیں تو ہمیں بھی اندازہ نہیں اور نہ ہی ان دعویداروں کو اس کا علم ہو گا شاید۔ وہ لوگ علمی ذوق کے بھی نہیں، ہر ایک کی نظر مادی فائدہ کی طرف ہے، بہی خواہان دین وملت نے جگر سوزی سے یہ ذخیرہ جمع کر کے وقف کیا اور بعد میں آنے والوں نے بے دردی سے ہڑپ کیا۔ لہٰذا ہماری درخواست پر متعلقہ احباب نے باہمی مشورہ کر کے ہمارے لیے لائبریری کھولنے کا مژدہ سنایا کہ آپ اطمینان سے اس علمی ذخیرہ سے استفادہ کر سکتے ہیں، وقف بورڈ کے ذمہ داروں کا اس ہمدردی اور علم دوستی پر شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم بورڈ کے ممبر کے ساتھ جگہ پر پہنچے، مکتبہ ہال نما کمرہ میں تھا، درو دیوار اور الماریوں پر اٹی ہوئی گرد وغبار اور مکڑی کے جالوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مدت سے کسی کا ادھر گزر نہیں ہوا، شاید دعویداران کی توجہ مادی چیزوں کی طرف ہی رہی ہو کہ کس کے حصہ میں کتنی زمین اور کتنے پلاٹس آئیں گے۔ اس علمی ذخیرہ کو کوڑے دان کی نذر کر دیا گیا، عموماً اوقاف کی مادی اور معنوی دولت کے ساتھ ایسے ہی ہوا، ہم نے ضروری صفائی کے بعد کتابوں کا جائزہ لیا، کچھ تو دیمک چاٹ چکی تھی، کچھ قابل مطالعہ اور کچھ صحیح سلامت تھیں۔ ہم نے طے کیا کہ کتابیں لائبریری سے باہر نہیں لے جائیں گے یہیں ان کی فوٹو مائیکرو فلم کا بندوبست کریں گے، اس قسم کی کتب کی مائیکرو فلم کے لیے مطلوبہ ماہرین شہر مدراس میں تھے۔ انہیں طلب کیا گیا، وہ اپنے سامان کے ساتھ تیسرے دن پہنچے، دونوں شیوخ فہرست بناتے رہے اور فلمنگ کا کام چلتا رہا، ایک ہفتہ صبح سے شام تک یہی کام ہو تا رہا، پھر ساری کتابیں امانتداری کے ساتھ الماریوں میں رکھ کر چابی وقف بورڈ کے عملہ کو شکریہ کے ساتھ لوٹا دی گئی، ہمیں اس علمی ذخیرہ سے کام تھا، جائیداد کا ہمیں نہیں معلوم کہ کون وارث قرار پایا، یا یہ امانت کسی کے سپرد کی گئی، شاید وہ کتابیں بھی مرور ایام کی نذر ہو چکی ہوں گی۔ لیکن الحمدللہ مکتبہ کی چند کتابوں کی مائیکرو فلم مدینہ یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہو گی اور طلبہ اس

ذخیرہ سے مستفید ہو رہے ہوں گے ، اسی وادی میں مسجد روضۃ الحدیث ہے، کام کے دوران جمعہ آ گیا، ہم نے طے کیا کہ نماز جمعہ یہیں ادا کی جائے تا کہ وقت بچایا جا سکے مسجد کمیٹی کے ایک ذمہ دار سے ڈاکٹر شیخ ربیع بن ھادی۔ المدخلی پروفیسر مدینہ یونیورسٹی کا تعارف کروا کر خطبہ جمعہ کی اجازت لی گئی۔ شیخ ڈاکٹر فا پر زور دے رہے تھے کہ آپ یہ ذمہ داری اردو میں نبھا سکتے ہیں لوگ زیادہ مستفید ہوں گے لیکن ڈاکٹر عبد الرحیم ممبر و محراب سے زیادہ قلم و قرطاس کے آدمی تھے، انہوں نے شیخ ربیع کو مقامی حالات اور مصلحتوں کی نشاندھی کر کے خطبہ کے لیے آمادہ کر لیا، شیخ المدخلی نے خطبہ ارشاد فرمایا، عام نمازیوں کے لیے آج کے خطبہ میں کچھ جدت دکھائی دی، یہاں خطبہ سے پہلے اور نماز کے بعد کچھ باتیں مروج تھیں، جو آج نہیں ہوئیں لیکن شیخ کے تعارف کے بعد کسی نے ان سے سوال یا اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ وہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے، البتہ کچھ لوگوں کے لیے ہم سوالیہ نشان بن گئے کہ یہ لوگ قبروں میں گھرے کمرے میں کونسا چلہ کاٹ رہے ہیں۔

باذوق محبان علم نے کتابوں کی کھوج میں کس کس در کے چکر لگائے، لیکن بعد میں آنے والوں نے ان کی مساعی جمیلہ کو کس بے دردی سے پامال کیا۔

مشہور زمانہ محقق ڈاکٹر حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی کتب خانہ مکتبہ سعیدیہ معظم جاہی مارکیٹ بھی جانا ہوا، یہاں بڑی حد تک کتابیں الماریوں میں محفوظ تھیں، لیکن مکتبہ کے منتظمین کی گفتگو اور تلخ و تند جملوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مختلف زائرین اور وفود اس مکتبہ سے استفادہ تو کرتے رہے لیکن متعلقین کے ساتھ کئے گئے وعدوں پر عمل نہیں کیا گیا، اس کا ایک سبب یہ بھی ہو گا کہ لوگ ہر عربی شخص کی بابت اندازہ شاید پٹرول ڈالر سے ہی لگایا کرتے جبکہ اس راہ کے بہت سے مسافروں کی دولت ڈالر یا ریال نہیں ان کا علم اور تحقیقی کاوشیں ہوتی ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بیشتر سرمایہ داروں کی جولان گاہ نہ علمی مکتبات ہیں نہ ہی وہ ان کا رخ کرتے ہیں، افسوس کہ اس اہم مکتبہ کا ایک حصہ فسادات کی آگ میں جل گیا۔

1984ء کے اواخر کی بات ہے کہ پیریس کی جامع مسجد میں میری ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، وہاں ان کا فرانسیسی زبان میں بہت ہی علمی اور تحقیقی درس ہوا کرتا تھا، میں جب مسجد پہنچا، درس کا وقت قریب تھا۔ ڈاکٹر صاحب شیروانی نما طویل کوٹ میں ملبوس سر پر محمد کیپ مارٹ سے ملتی جلتی ٹوپی پہنے بہت ہی دبلے پتلے شخص تھے، جن سے مشرف بملاقات ہونے کے اہل علم متمنی رہا کرتے، سلام دعا کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنے مکتبہ کے اسی حادثہ کے متعلق مجھ سے دریافت کیا، اس حادثہ کی خبر ابھی تازہ تھی، موصوف کو اپنی کتابوں کی اخیر تک فکر رہی، محبان علم کے نزدیک کتابوں کی کیا اہمیت ہوتی ہے، اس کا اندازہ اسی میدان کے لوگ لگا سکتے ہیں، ورنہ اوروں کے لیے تو یہ ذخیرہ بوسیدہ کاغذات اور قدیم جلدوں کا ڈھیر لگتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ مدینہ یونیورسٹی کے آغاز میں وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے لیکچرز دیا کرتے تھے۔

دائرۃ المعارف جو عثمانیہ یونیورسٹی کے احاطہ میں ہے وہاں بھی گئے، دنیائے عرب سے آنے والے اہل علم کے لیے شہر حیدر آباد میں اس کی حیثیت مرکزی ہے، یہاں تحقیق اور نشر و اشاعت کا کام اس دور میں ہوا، جب بیشتر دنیا غفلت کا شکار تھی، ایک مرتبہ مدینہ یونیورسٹی میں ایک نامی گرامی پروفیسر جن کا تعلق شام سے تھا، اپنے لیکچر کے دوران ہندوستان کے علمی مراکز اور کتب خانوں کے تذکرہ میں دائرۃ المعارف کی کچھ مشہور شخصیات کے احوال بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے کہ یہاں اہل علم سائیکل خود چلاتے ہوئے دفتر پہنچتے ہیں اور دن بھر تحقیقی اور علمی کام کر کے سائیکل پر سوار واپس ہوتے ہیں، ان گرامی قدر شخصیات کی آمد و رفت کا تذکرہ کرتے ہوئے، اس جملہ پر شامی پروفیسر نے اتنا زور دیا کہ کلاس میں بیٹھے بہت سے خوشحال طلبہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

کہ کیا یہ ممکن ہے اتنی مشہور شخصیات کی ایسی بے قدری یا کسر نفسی۔ کیونکہ ہم جس جگہ یہ لیکچر سن رہے تھے، وہاں اس مرتبہ کے لوگوں کے لئے آرام دہ چمچاتی کاریں، ماہر ڈرائیور اور پر سکون زندگی کے لیے بہت سی مراعات حاصل ہوتی ہیں، جبکہ ہندو پاک میں ایسی بہت سی نامور ہستیاں زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بھی محروم تھیں۔

ایک دن کچھ فرصت ملی، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہلکی پھلکی تفریح کا پروگرام بنا کر باغ عامہ چل پڑے، قیام حیدر آباد میں یہی چند گھنٹے فراغت کے میسر آئے تھے، حیدر آباد کا نہرو زو وسیع رقبہ میں پھیلا متعدد حیوانات اور پرندوں کے لیے مشہور ہے، ڈاکٹر ف کی لسانی مہارت کا وہاں دریا ابل رہا تھا، مختلف جانوروں کے مختلف زبانوں میں نام اور ان کے متعلق بر محل اشعار، ضرب الامثال اور محاورے سناتے رہے، اور ہم دونوں محظوظ ہوتے رہے، ویسے ڈاکٹر صاحب کم گو تھے، مجلس میں عموماً سننے کو بولنے پر ترجیح دیا کرتے، شاید حدیث پر عمل کرتے: "من صمت نجا" "جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پایا۔" لیکن خلاف عادت آج خوب گفتگو فرماتے رہے، اس تفریحی پروگرام میں ادبی معلومات کا ہی غلبہ رہا۔

ڈاکٹر صاحب کے ایک رشتہ دار جنہیں وہ ماموں جی کہہ کر مخاطب ہو رہے تھے۔ مشہور محلہ مشیر آباد میں مقیم تھے، اس محلہ میں کئی مدراسی تاجران چرم آباد

ہیں، ہمیں عشائیہ پر مدعو کیا، ڈاکٹر صاحب کھانے پینے میں بہت پرہیز گار تھے۔ دعوت تو قبول کر لی، ساتھ ہی میزبان کو اپنے ذوق سے بھی آگاہ کر دیا۔ نتیجہ میں حیدر آباد کے روایتی دستر خواں کے بجائے یہ دعوت شیر از لگ رہی تھی، اس سادگی پر میزبان کچھ شرمندگی کا اظہار کر رہے تھے، ڈاکٹر صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ دعوت کا مقصد متنوع کھانوں سے دستر خوان کو سجانا نہیں، مہمان کی ضرورت کو مقدم رکھنا ہے، تاہم زندہ دلان حیدر آباد کے لیے اس اصول پر عمل درآمد ایک چیلنج سے کم نہیں۔ ڈاکٹر صاحب مسجد نبوی کے ایک مخصوص زاویہ ساعۃ عربیہ کے روبرو یومیہ مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرتے، یہی جگہ مختلف طلبہ کے لیے میٹنگ پوائنٹ کی حیثیت رکھتی تھی، نمازیں کہیں بھی ادا کی جائیں، ہماری کوشش ہوتی کہ مغرب بعد کچھ دیر کے لیے ادھر کا رخ کر لیا کریں، اکثر احباب سے یہیں ملاقاتیں ہو جاتیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اطراف ملاقاتی بھی اسی وقت جمع ہوا کرتے۔

مدینہ منورہ میں عمری طلبہ کے اکثر اجتماعات میں ڈاکٹر صاحب شریک رہتے، مختلف نسبتوں کے سبب موصوف کو بھی جامعہ دار السلام عمر آباد کے منتسبین ہی میں شمار کیا جاتا۔

ذمہ داران جامعہ محترم کاکا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ اور محترم مولانا کاکا سعید احمد عمری تشریف لاتے تو کم از کم ایک نشست فارغین عمر آباد کے ساتھ ضرور ہوتی، اس میں ڈاکٹر صاجب بھی شریک ہوتے اور طلبہ کو پند و نصائح سے نوازتے۔

میرے سفر برطانیہ کی اطلاع پہلے موصوف ہی کو ہوئی ، یہاں کے حالات سے متعلق ابتدائی معلومات ان ہی سے مجھے حاصل ہوئیں، ان کا مشورہ ایک ایسے میگزین کے اجراء کا تھا جو محاسن اسلام اس اسلوب میں پیش کرے کہ جدید تعلیم یافتہ اس سے مستفید ہو سکیں جس میں کسی مسلک کے بجائے خدمت اسلام کی چھاپ نمایاں ہو، پتہ نہیں ہمارا صراط مستقیم ڈاکٹر صاحب کی خواہش پر کس حد تک اتر سکا۔ الحمدللہ برطانیہ سے نکلنے والا یہ واحد اردو پرچہ ہے جو تقریباً پینتالیس سال سے شائع ہو رہا ہے۔ دو سال قبل ہی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ان کے گھر پر فاضل دوست ڈاکٹر ابو عمر پرویز عمری کے ہمراہ ملاقات ہوئی۔ جو اس وقت اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کی تیاری کے آخری مراحل میں تھے، تاریخ ہند کے ایک اہم حصہ پر انہوں نے ریسرچ مکمل کر کے کامیابی اور نیک نامی کے ساتھ انڈیا واپس پہنچے ہیں، ڈاکٹر ف صاحب قرآن پرنٹنگ پریس جو اشاعت قرآن مجید کا دنیا بھر میں سب سے بڑا مرکز ہے، اس کے ذریعہ ابھی تک 76 زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ تیار کر کے کروڑوں کاپیاں دنیا بھر میں بھر میں مفت تقسیم کی گئی ہیں ، یہ حکومت سعودی عرب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب شعبۂ ترجمہ کے مدیر تھے۔

موصوف اپنی مصروفیات نمٹا کر گھر پہنچے تھے، دن بھر کی تکان اور پیرانہ سالی کا ضعف ہویدا تھا، اس کے باوجود اخیر تک اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے، ہمارے ساتھ بڑی اپنائیت سے گفتگو کی اور چند قدیم احباب کی خیریت دریافت کی۔

اس موقع پر اپنی کتاب مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے اس کے انگریزی ترجمہ کا ایک نسخہ عنایت فرمایا، یہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میری آخری ملاقات تھی۔

19 اکتوبر 2023ء جمعرات کی شام ان کی وفات کی اطلاع ملی۔ مدینہ منورہ میں موجود احباب سے کچھ ہی دیر میں تصدیق ہوگئی۔ دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد مسجد نبوی میں لاکھوں افراد نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

وانمباڑی جو صوبہ ٹملناڈو کا ایک مختصر ٹاؤن ہے یہاں اپنے نام سے پہلے علاقہ کا نام لکھنے کا رواج ہے۔ اسی نسبت سے ڈاکٹر صاحب نام کے شروع میں وی (V) لکھا کرتے جو وانمباڑی کا پہلا لفظ ہے۔ Vaniyambadi ، یہ وی جب عرب دنیا میں پہنچا توف ہوا، جدید عربی میں وی کے تلفظ کے لیے تین نقطوں کے ساتھ ف لکھنے کا رواج چل پڑا تھا جسے نیقیا NIVEA کے لئے لکھا جاتا، ڈاکٹر صاحب جو کہ عربی زبان میں نئے الفاظ کے ماہر تھے۔ انہوں نے ف لکھنا شروع کیا،، بتدریج تین نقطے گویا ایک ہی نقطہ میں مدغم ہوگئے، ف پھر یہ لفظ نام کے لاحقہ کے طور پر اتنا مشہور ہوا کہ عرف عام میں خصوصاً طلبہ اور پروفیسرز صرف دکتور فا کہنے ہی پر اکتفاء کر لیا کرتے۔ گویا یہ لفظ وی کا معرب ہے اور آپ کی اسی سے شہرت ہوئی۔ وانمباڑی میں 7 ر مئی 1933ء آپ کی پیدائش ہوئی، مدراس یونیورسٹی سے ایم اے انگریزی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے عربی ادب میں ایم اے کر کے اپنے علاقہ ہی کی اسلامیہ کالج میں لیکچرار مقرر ہوئے، لیکن جلد ہی علم کی جستجو میں ازیر یونیورسٹی پہنچے وہاں سے عربی لغت میں معرکۃ الاراء مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ قدردان علم نے اعتراف کیا کہ اس مقالہ کا معیار ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے اعلیٰ تھا، سوڈان کی ام درمان یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی میں مختصر عرصہ کے لئے خدمات انجام دی، پھر شہرۂ آفاق یونیورسٹی مدینہ منورہ انہیں خصوصی طور پر مدعو کر کے شعبۃ اللغۃ العربیۃ کا مدیر بنا دیا گیا۔

جہاں تقریبا پچیس سال خدمات انجام دیتے رہے، اس عرصہ میں مختلف طلبہ کے ایم اے اور پی ایچ ڈی کے گائیڈ اور مناقش بھی مقرر ہوتے رہے۔

یونیورسٹی سے ریٹائرمنٹ کے بعد کنگ فہد قرآنی پرنٹنگ پریس مجمع الملک فہد لطباعۃ القرآن الکریم میں شعبہ ترجمہ کے مدیر مقرر ہوئے، توحیات مستعار کے آخر تک تقریباً بیس سال اشاعت قرآن مجید کی یہ ذمہ داری نبھاتے رہے۔ یوں ڈاکٹر صاحب کی خواہش کہ میری عربی خدمات کو اللہ تعالیٰ فہم قرآن وسنت کا ذریعہ بنائے، پوری ہوئی۔

دنیا بھر میں پھیلے سینکڑوں شاگرد اور ہزاروں عقیدت مند دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے، جنت الفردوس میں جگہ عطا کر دے، بشری لغزشوں سے درگزر کا معاملہ فرمائے۔ آمین

نماز کی کتاب، صف بندی سے متعلق

حدیث نمبر:70

عَنْ أنس بن مالك رضي الله عَنْه «أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللّه ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ له، فَأَكَلَ مِنْهُ. ثُمَّ قَالَ : «قُومُوا فَلأُصَلِّيَ لَكُمْ»، قَالَ أَنَسٌ : فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنِ طُولِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّـه ﷺ، وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنِ وَرَائِنَا، فَصَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ». وَلِمُسْلِمٍ «أَنَّ رَسُولَ اللّهِ ﷺ صَلَّى بِهِ وَبِأُمِّهِ أَو خَالَتِهِ، قَالَ : فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، وَأَقَامَ الْمَرْأَةَ خَلْفَنَا».

اليتيمُ : هو ضُميرة جدُّ حسين بن عبداللّه بن ضميرة.

[رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة على الحصير، برقم 380، ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة بعذر، برقم 658. رواه مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب جواز الجماعة في النافلة، والصلاة على حصير وخمرة وثوب وغيرها من الطاهرات، برقم 269- (660)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی نانی یعنی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ سیدہ ام سلیم کی ماں سیدہ ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کھانے پر بلایا جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا تھا آپ نے اس میں سے کھایا، پھر فرمایا:

”اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو زیادہ استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی میں نے اس کو دھویا تو پھر آپ ﷺ اس پر کھڑے ہوئے میں اور یتیم (یعنی نابالغ بچہ جس کا نام ضمیرہ ہے) نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا یعنی نانی ہمارے پیچھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ واپس چلے گئے۔“

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے انہیں یعنی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو اور ان کی والدہ (ملیکہ جو ام سلیم کے نام سے معروف ہیں) یا خالہ (ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا) کو نماز پڑھائی مجھے اپنے دائیں اور خاتون کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا یتیم سے مراد حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ کا دادا ضمیرہ ہے۔“

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: دَعَتْ رَسُولَ اللّه ﷺ لِطَعَامٍ : اس (عورت) نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا، دعوت دی۔

2: قُوْمُوْا :اُٹھو۔

3: حَصِيْرٌ: چٹائی۔

4:اَسْوَدَّ :سیاہ ہو چکی تھی۔

5 : نَضَحْتُهُ: میں نے اسے چھڑکا۔ بعض دفعہ دھونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

6: صَفَفْتُ :میں نے صف بنائی۔

7: الْعَجُوْزُ :بڑھی، بڑھیا عورت۔

8: ثُمَّ انْصَرَفَ :پھر آپ واپس چلے گئے۔

9: اَقَامَنِيْ :مجھے کھڑا کیا۔

10:وَرَاءَهُ :اس کے پیچھے۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔یتیم سے مراد نابالغ لڑکا ہے اور نابالغ لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے خصوصاً جب کوئی اور مرد نہ ہو تو امام کے پیچھے نابالغ لڑکا اور مرد ایک ہی صف میں کھڑے ہوں اور اگر ایک مرد اور ایک نابالغ لڑکا ہے تو نابالغ لڑکا مقتدی ہونے کی صورت میں امام کی دائیں طرف کھڑا ہو گا۔۔۔نابالغ لڑکا عورتوں کی صف میں کھڑا نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح نابالغ لڑکی مردوں کی صف میں کھڑی نہیں ہو سکتی ہے۔ نابالغ لڑکی اکیلی ہونے کی صورت میں مردوں کے پیچھے اکیلی صف میں کھڑی ہو گی۔ اور جہاں عورتیں ہوں وہاں نابالغ لڑکی عورتوں کے ساتھ صف میں کھڑی ہو گی۔ صف میں کھڑے ہونے کے حکم میں محرم اور غیر محرم مرد، عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

2۔ایک سے زائد مقتدی ہو تو ان کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔یہی سنت ہے۔

3۔نماز باجماعت میں عورتیں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں گی۔ امام کے برابر یا آگے نماز نہیں پڑھ سکتی ہیں۔

4۔نوافل باجماعت ادا کرنے جائز ہیں بشرطیکہ اسے معمول نہ بنایا جائے۔کیونکہ نوافل کے متعلق عام حکم یہی ہے کہ ان کو انفرادی طور پر ادا کیا جائے الا یہ کہ خاص نوافل ہوں جیسے تراویح وغیرہ۔

5۔ تعلیم دینے کی غرض سے بھی نفل نماز باجماعت ادا جاسکتی ہے۔

6۔ تمام لوگوں خصوصاً پسماندہ افراد سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا اخلاق نبوی ہیں۔

7۔ دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا مستحب عمل ہے۔

8۔ اپنے پسندیدہ لوگوں کی اور اہل علم کی دعوت کرنا مستحب ہے۔

9۔ زیادہ علم و مرتبے والے کو امام بنانا چاہیے۔

10۔ چٹائی یا کپڑے وغیرہ پر نماز پڑھنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ پاک ہو۔

11۔ جس چٹائی، جائے نماز وغیرہ پر نماز پڑھی جائے اس کو صاف ستھرا رکھنا مستحب ہے۔

12۔ کھانا اور نماز اکھٹی ہوں تو پہلے کھانا کھانا چاہیے۔

13۔ گھر کی عورت مثلا ماں، دادی، نانی، خالہ، بہن، بیوی وغیرہ کا نام ذکر کرنے میں کوئی حرج اور عیب نہیں ہے جیسا کہ ہمارے معاشرے میں عیب سمجھا جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اس واقعہ میں ایک سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دوسری ان کی ماں یعنی حضرت ملیکہ جو ام سلیم کے نام سے معروف ہیں وہ تھیں یا سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی خالہ یعنی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایک سے زائد بار ہوا۔ ایک دفعہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک نابالغ بچہ اور ماں تھیں اور دوسری مرتبہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور ان کی ماں یا خالہ تھیں۔ واللہ اعلم

دو مرد اور ایک عورت ہوں تو صف بنانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ مرد امام کے بالکل ساتھ دائیں طرف کھڑا ہو اور عورت پیچھے اکیلی صف میں کھڑی ہو۔ جماعت کی صورت میں محرم عورت بھی اپنے محرم مرد کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑی نہیں ہو سکتی ہے اس کو تنہا الگ صف میں ہی کھڑا ہونا پڑے گا البتہ راجح قول کے مطابق مرد اکیلا صف میں کھڑا نہیں ہو سکتا ہے مرد کو وہ نماز دہرانی پڑے گی جو اکیلے صف کی صورت میں پڑھی ہوگی۔ واللہ اعلم

صف بندی سے متعلق

حدیث نمبر: 71

وعَنْ ابن عباس رضي الله عَنْه قال: «بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ بِرَأْسِي، فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ».

(رواه البخاري، كتاب الأذان، باب إذا لم ينوِ الإمام أن يؤم، برقم 699، وكتاب الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه بالليل، برقم 6316، ومسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، برقم 763)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ کے ہاں سویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے رات کو نماز (تہجد) پڑھنے لگے تو میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: بِتُّ: میں نے رات گزاری۔

2: عِنْدَ خَالَتِيْ: اپنی خالہ کے پاس

3: قُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ: میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوا۔

4: اَخَذَ بِرَاسِيْ: آپ نے میرا سر پکڑا۔

5: فَاَقَامَنِيْ: آپ نے مجھے کھڑا کیا۔

6: عَنْ يَمِيْنِهِ: اپنی دائیں جانب۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ نماز باجماعت کے لیے اگر صرف دو شخص ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو۔

2۔ مقتدی اگر غلطی سے امام کی بائیں جانب کھڑا ہو جائے تو اسے امام اپنے پیچھے سے گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کرے۔

3۔ نماز کے دوران اگر کوئی ایسا عمل کرنے کی ضرورت پڑے جس سے نماز کی درستگی پیش نظر ہو تو اس کا سر انجام دینا نماز کے لیے مضر نہیں ہوتا۔

4۔ نماز تہجد ادا کرنا مستحب عمل ہے۔

5۔ چھوٹے بچے کا صف میں مرد کے ساتھ کھڑے ہونا جائز اور درست ہے۔

6۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حصول علم پر حرص۔

7۔ امامت کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے کہ امام نماز میں داخل ہونے سے پہلے امامت کی نیت کرے۔

8۔ نفل نماز کی جماعت کے لیے اقامت کے بغیر ادا کرنا ہی سنت ہے

9۔ خالہ وغیرہ کے گھر رات گذارنا جائز ہے۔

10۔ رات کو جب بھی جاگ آجائے تو نماز ادا کرنا بڑی فضیلت والا عمل ہے۔

11۔ رات کے وقت دعا کرنے کی فضیلت۔

12۔ مسافر شخص کا تہجد و نوافل وغیرہ پڑھنے کی فضیلت۔ البتہ فرض نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں نہ پڑھنا سنت ہے۔

☆☆☆

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"توحید ہی اکسیر اعظم ہے؛ اس کا ایک ذرہ گناہوں اور خطاؤں کے پہاڑ پہ رکھ دیا جائے تو اسے نیکیوں میں بدل ڈالے۔" (جامع العلوم والحکم: 3/1175)

اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے۔ جو دنیائے انسانیت کے لئے خالق کائنات کا ایک حسین تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس اس کے احکام و قوانین وضع فرمائے ہیں۔ اور یہ احکام و قوانین عین انسانی فطرت سے ہم آہنگ اور موافق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق انسانیت ہے۔ اسی نے انسانی فطرت اور مزاج تخلیق فرمایا ہے۔ لہٰذا اس سے زیادہ انسان کا مزاج شناش اور فطرت شناش اور کون ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اسلامی احکام اور قوانین میں انسانی مزاج اور فطرت کی رعایت نظر آتی ہے۔

مزاح اور خوش طبعی

مزاح اور خوش طبعی یا مذاق اور دل لگی ایک ایسی پُرکیف اور سرور آگیں کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے تقریباً ہر انسان میں ودیعت فرمائی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ مادہ کسی میں کم تو کسی میں کوٹ کوٹ کر رکھا ہے سرور و انبساط کے موقع پر انسان سے بکثرت اس کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم نعمتِ خداوندی ہے۔ جو دلوں کی پسمردگی کو دور کرکے ان کو سرور و انبساط کی کیفیت سے ہمکنار کرتا ہے۔ عقل و فہم کے تعب و تھکان کو زائل کرکے نشاط اور چشتی سے معمور کرتا ہے۔ جسمانی اضحلال کو ختم کرکے فرحت و راحت سے آشنا کرتا ہے۔ روحانی آلودگی کو مٹاکر آسودگی کی نعمت سے روشناس کراتا ہے۔

اسلام صرف عقائد میں میانہ روی یا اعتدال کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ زندگی کے تمام شعبہ جات میں میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام نے قطعاً ہنسی مزاق یا خوش طبعی کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ اسلام نے تو جائز قرار دیا ہے نہ صرف جائز بلکہ اسلام نے تو اس کی تعلیم دی ہے۔ پر ساتھ ہی ساتھ کچھ ضوابط و قواعد متعین کیے ہیں۔

اگر ان کا لحاظ رکھتے ہوئے ہم مذاق کریں گے تو ہمارا مذاق عین سنت کے مطابق ہوگا اور اس کا ثواب بھی ملے گا۔ مذاق کے اندر اگر ان کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا تو اس کا مذاق اس کی ذات کے لئے مذاق بن جائے گا اور اس کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بن جائے گا۔

1۔ سب سے پہلی بات کہ وہ مذاق دین اسلام کے بارے میں نہ ہو۔ یعنی ایسا مذاق نہ ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت کا مذاق اڑایا جائے۔

جیسے ہمارے معاشرے میں اس شخص کا مذاق اڑایا جاتا ہے جس کے پانچے سنت کے مطابق ٹخنوں سے اوپر ہوں اور اس شخص کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے جس نے سنت کی پیروی کرتے ہوئے داڑھی مبارک رکھی ہو۔

اسی طرح اللہ رب العزت کی آیات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ معاملات یہاں تک نہیں بلکہ لوگوں کا آج کل حال یہ ہے جنت اور جہنم کے بارے میں لطیفے بنا کر سناتے ہیں۔

یہ مذاق ایک بہت بڑا گناہ ہے جو اس کے کرنے والے کو کفر تک پہنچا دیتا ہے اور یہ عمل منافقین کا ہے اور ان لوگوں کا مقصد لوگوں کو دین اسلام سے دور رکھنا ہے۔

جس طرح منافقین نے جنگ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کو دین حنیف پر عمل کرنے سے روکنے کیلئے ایسی باتیں بیان کرنے لگے جن باتوں سے مسلمانوں کی حوصلہ شکنی اور حوصلے پست ہوں۔ یہ جنگ اہل ایمان کے لیے امتحان تھی کیونکہ اس وقت لگی تھی جب فصلیں تیار ہو چکی تھی۔ منافقین کی کثیر تعداد نے راہ فرار اختیار کر لی کچھ مجبوراً چل پڑے وہ اپنے ارادوں کے ساتھ مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے لگے۔

کہنے لگے کیا ہم نے مکہ فتح کر لیا تو ہمارے اندر اتنی جرات آگئی کہ ہم سپر پاور super power سلطنت روم سے لڑنے کے لیے نکلے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سلطنت روم تو ایک بڑی سلطنت ہے وہ ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان منافقین کا اس طرح تذکرہ کیا ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ 0 لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾

”اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے۔ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔“ (سورۃ التوبہ:65-66)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص

ایمان لانے کے بعد دین اسلام کا مذاق اڑاتا ہے وہ کافر بن جاتا ہے۔(مجموعہ الفتاوی)

دین اسلام کا مذاق اڑانا اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچانے کے مترادف ہے۔ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں لعنت برساتا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔"(سورۃ الاحزاب:57)

دین اسلام نے ان محافل و مجالس میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور رسول اللہ کی سنت کا مذاق اڑایا جاتا ہو۔

﴿إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ (سورۃ النساء:140)

"جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔ان کے پاس مت بیٹھو۔ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکھٹا کرنے والا ہے۔"

منع کرنے کے باوجود بھی تم ان محافل و مجالس کی زینت بنوگے جہاں آیات الٰہی اور سنت نبوی کا قولا یا عملا مذاق اڑایا جاتا ہو تو تم بھی گناہ میں ان کے برابر شریک ہیں۔لہٰذا ایسی مجلسوں سے دور رہنا چاہیے جو لوگ ایسی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں ان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

حسب طاقت ایسی مجلسوں کو مٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ»

"تم میں سے کوئی شخص برائی دیکھے اس کو چاہیے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹادے اگر ایسا نہیں کر سکتا تو اپنی زبان کے ذریعے لوگوں کو اس برائی سے آگاہ کرے اگر ایسا بھی نہیں کر سکتا کم از کم دل میں اس کو برا ضرور سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"(صحیح مسلم:49)

2۔مذاق جھوٹ پر مبنی نہ ہو۔

جیسا کہ قصہ گو لوگ اپنی مجلسوں کو پر رونق بنانے کے لیے اور لوگوں کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے جھوٹے قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ ان سے متاثر ہوں۔

جھوٹ کے حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

1۔جھوٹ بولنے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے:

«إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا»

"تم جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے، آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔"(سنن ابی داود4989)

2۔جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں ان کے لیے نبی کریم ﷺ نے وعید سنائی ہے۔

«وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ»(سنن ابی داود:4990)

"تباہی ہے اس کے لیے جو بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس سے لوگوں کو ہنسائے، تباہی ہے اس کے لیے، تباہی ہے اس کے لیے۔"

3۔ایسا شخص جو مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے احتراز کرے اس لیے نبی کریم ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے۔

«أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ»

"میں اس شخص کیلئے جنت کے اندر ایک گھر کا ضامن ہوں جو لڑائی جھگڑا ترک کر دے، اگرچہ وہ حق پر ہو، اور جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر کا اس شخص کے لیے جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اگرچہ وہ ہنسی مذاق ہی میں ہو، اور جنت کی بلندی میں ایک گھر کا اس شخص کے لیے جو خوش اخلاق ہو۔"(سنن ابی داود:4800)

4۔مذاق کے دوران ہنسنے میں مبالغہ آرائی نہ ہو۔

ایسا مذاق نہ ہو جس میں کثرت کے ساتھ ہنسا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُكْثِرُوا الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ»(سنن ابن ماجہ:4193)

"زیادہ نہ ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔"

5۔ایسا مذاق نہ ہو جس سے کسی کی دل آزاری کی جائے اور کسی کو ذلیل و رسوا کرنا مقصود ہو۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ﴾

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ

عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔"(سورۃ الحجرات:11)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ؛ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هَاهُنَا – وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ– بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ؛ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ»(صحیح مسلم:2564)

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے، آپ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا۔ تقویٰ یہاں ہے کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر پورا پورا حرام ہے اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو۔"

6۔ایسا مذاق نہ ہو جس سے لوگوں کو خوفزدہ کرنا مقصود ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا »

"مسلمان کے لیے درست نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔"(سنن ابو داؤد:5004)

7۔ایسا مذاق نہ ہو جو غیبت پر مبنی ہو:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾(سورۃ الحجرات:12)

"نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے۔ (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھو بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ ؟» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ.» قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ»(صحیح مسلم:2589)

"کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے اس عیب کو ذکر کرے کہ جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ کا کیا خیال ہے کہ اگر واقعی وہ عیب میرے بھائی میں ہو جو میں کہوں آپ ﷺ فرمایا:

"اگر وہ عیب اس میں ہے جو تم کہتے ہو تبھی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو پھر تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔"

8۔ایسا مذاق نہ ہو جو فحش گوئی پر مبنی ہو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ» (جامع ترمذی:1977)

"مومن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیا اور بدزبان نہیں ہوتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ»

"جس چیز میں بھی بے حیائی آتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے اور جس چیز میں حیا آتی ہے اسے زینت بخشتی ہے۔"(جامع ترمذی:1974)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ»

"مسلمان کو گالی دینے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔"(صحیح بخاری:48)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ» (جامع ترمذی:2002)

"قیامت کے دن مومن کے میزان میں اخلاق حسنہ سے بھاری کوئی چیز نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ بے حیاء، بدزبان سے نفرت کرتا ہے۔"

9۔ایسا مذاق نہ ہو جو عیب گیری اور الٹے القاب پر مبنی ہو۔

﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(سورۃ الحجرات:11)

"اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔"

اب ہم کچھ مذاق کی جائز صورتیں بیان کرتے ہیں:

1۔مذاق سچ پر مبنی ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا، قَالَ: «إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا»

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ہم سے ہنسی مذاق کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں (خوش طبعی اور مزاح میں بھی) حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔"(جامع ترمذی:1990)

عَنْ أَنَسٍ ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، احْمِلْنِي. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّا حَامِلُوكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ.» قَالَ: وَمَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ؟» (سنن ابو داؤد:4998)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی سواری عنایت فرمائیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ہم تجھے اونٹنی کا بچہ دے دیتے ہیں۔" وہ بولا: میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے

فرمایا:"اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی جہنم دیتی ہے۔"

عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ» (سنن ابو داؤد:5002)

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) نبی کریم ﷺ نے مجھے یوں پکارا "اے دو کانوں والے!"

2۔مذاق کسی مسلمان بھائی کی پریشانی دور کرنے کے لیے ہو۔اس کی اداسی اور اس کے غموں کو ہلکا کرنے کے لیے ہو۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ابو عمیر کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔

عن أَنَس بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيُخَالِطُنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ: "يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟" (صحیح بخاری:6129)

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہم بچوں سے بھی دل لگی کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی ابو عمیر نامی سے (مزاحاً) فرماتے یا أبا عمیر ما فعل النغیر. اے ابو عمیر! تیری نغیر نامی چڑیا تو بخیر ہے؟"

جیسا کہ سنن ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ ابو عمیر کے پاس چھوٹا پرندہ تھا اس کے ساتھ وہ کھیلتا تھا جب وہ پرندہ مرگیا تو نبی کریم ﷺ اس کے دل بہلانے کے لیے،اس کی اداسی کو ختم کرنے کے لیے،اور اس کو خوش کرنے کے لیے مذاق کیا کرتے تھے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَلِي أَخٌ صَغِيرٌ يُكَنَّى أَبَا عُمَيْرٍ، وَكَانَ لَهُ نُغَرٌ يَلْعَبُ بِهِ، فَمَاتَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَرَآهُ حَزِينًا، فَقَالَ: «مَا شَأْنُهُ ؟.» قَالُوا: مَاتَ نُغَرُهُ. فَقَالَ: "يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ؟"

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے اور میرے چھوٹے بھائی نے جس کی کنیت "ابو عمیر" تھی،اس نے ایک چڑیا رکھی ہوئی تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔(اس چڑیا کو عربی میں (نغیر) کہتے تھے) تو وہ مرگئی۔ایک دن نبی کریم ﷺ اس کے پاس گئے اور اسے غمگین پایا تو پوچھا "اسے کیا ہوا ہے؟" ہم نے بتایا کہ اس کی چڑیا (نغیر) مرگئی ہے۔تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

"اے ابو عمیر! کیا کر گیا (تیرا) (نغیر)؟" (سنن ابو داؤد:4969)

3۔مذاق کسی کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے ہو۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ سے کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ایک دیہاتی صحابی تھے۔ جس کا نام زاہر بن حرام تھا وہ جب بھی آپ ﷺ کے پاس شہر میں آتا تھا تو نبی کریم ﷺ کے لیے دیہات سے کچھ تحفے تحائف لے کر آتا تھا۔واپسی کے وقت نبی کریم ﷺ اس کو کچھ تحفے تحائف دے کر روانہ کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ اس کے ساتھ مذاق اور دل لگی کیا کرتے تھے۔

عَنْ أَنَسٍ ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرًا، وَكَانَ يُهْدِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْهَدِيَّةَ مِنَ الْبَادِيَةِ، فَيُجَهِّزُهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ.» وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّهُ، وَكَانَ رَجُلًا دَمِيمًا، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ، فَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَلَا يُبْصِرُهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ: أَرْسِلْنِي، مَنْ هَذَا ؟ فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ ﷺ، فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ عَرَفَهُ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَنْ وَاللَّهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ» أَوْ قَالَ : «لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَ غَالٍ.» (مسند احمد:12648)

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی، جس کا نام زاہر تھا، وہ دیہات سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحائف لایا کرتا تھا،اس کی واپسی پر رسول اللہ ﷺ بھی اسے بدلے میں کوئی چیز عطا فرمایا کرتے تھے، ایک دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زاہر ہمارا دیہاتی اور ہم اس کے شہری ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اس سے بہت محبت تھی،وہ سیدھی سادی صورت والا آدمی تھا، وہ ایک دن اپنا سامان بیچ رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ اس کے پاس پہنچ گئے،وہ نہ دیکھ سکا اور آپ ﷺ نے اس کے پیچھے سے اسے پکڑ کر اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا، وہ کہنے لگا: مجھے چھوڑ، کون ہے؟ اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا، اب وہ کوشش کر کے اپنی پشت کو نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارک کے ساتھ اچھی طرح لگانے لگا اور نبی کریم ﷺ فرمانے لگے: اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لیکن اللہ کے ہاں تو تمہاری کم قیمت نہیں ہے، بلکہ اللہ کے ہاں تمہاری بہت زیادہ قیمت ہے۔"

کچھ چیزیں ہیں جن میں مذاق کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔ مطلب ان میں مذاق قابل قبول نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ»(سنن ابو داؤد:2194)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تین باتیں ایسی ہیں اگر کوئی ان کو حقیقت اور سنجیدگی میں کہے،تو حقیقت ہیں اور ہنسی مزاح میں کہے،تو بھی حقیقت ہیں:

نکاح،طلاق اور (طلاق سے) رجوع۔"

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم مذاق کرنے میں قرآن و سنت کی پیروی کریں اور اپنی اصلاح کریں۔

☆☆☆
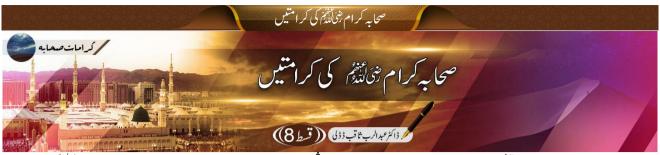
آسمان والوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا، تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! بے شک آسمان والے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی خوشخبری دی ہے۔ (صحیح ابن حبان:6844)

سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی کرامت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے پراگندہ، سر غبار آلود، دو پرانے کپڑے پہننے والا جس کا معاشرے میں کوئی مقام نہیں ہے، اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پوری کر دیتا ہے، ان میں سیدنا براء بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام صحابی بھی شامل ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: 2/195، رقم:26)

امام ترمذی نے مناقب الصحابہ 3854، 5/692 میں ذکر کیا ہے، یہ حدیث صحیح اور حسن ہے۔

سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا کی کرامت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ قبیلۂ دوس کی ایک عورت تھی، جسے ام شریک کہا جاتا تھا، اس نے رمضان کے مہینے میں اسلام قبول کیا، اور وہ آئی کہ اسے کوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائے، چنانچہ ایک یہودی شخص سے ملی، اس نے کہا: اے ام شریک، تمہارا کیا حال ہے؟ ام شریک نے کہا کہ مجھے ایک آدمی چاہیے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائے، اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں ساتھ لے جاؤں گا، اس عورت نے کہا کہ تم میرا انتظار کرو، یہاں تک کہ میں اپنی مشک پانی سے بھر لوں، اس شخص نے کہا کہ میرے پاس پانی ہے، تجھے پانی کی ضرورت نہیں ہے، میں ان کے ساتھ چلی، یہاں تک کہ رات ہو گئی، یہودی اترا اور اپنا دستر خوان بچھایا اور شام کا کھانا کھایا، اس یہودی نے کہا کہ اے ام شریک! کھانا کھاؤ، ام شریک نے کہا کہ مجھے پانی پلا، کیونکہ میں پیاسی ہوں اور میں پانی پینے تک کھانا کھا نہیں سکتی، تو اس نے کہا کہ میں تجھے ایک قطرہ پانی کا دے نہیں سکتا یہاں تک کہ تو یہودی ہو جا! اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی یہودی نہیں ہو سکتی جب کہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی ہے، وہ اپنے اونٹ کی طرف آئی، اور اسے باندھ دیا اور اپنا سر اپنے گھٹنے پر رکھا اور سو گئی۔ اس نے کہا کہ مجھے میری پیشانی پر ایک ڈول کی ٹھنڈک نے مجھے بیدار کیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا، میں نے پیا، یہاں تک کہ میں سیراب ہو گئی، پھر میں نے مشک پر چھڑکا یہاں تک کہ وہ تر ہو گیا، پھر میں نے اسے بھر دیا، پھر میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور میں اس ڈول کو دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ وہ آسمان میں چھپ گیا، جب صبح ہوئی تو یہودی آیا اور کہا: اے ام شریک (کیا حال ہے) ام شریک نے جواب دیا: اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے پانی پلایا ہے، اس نے کہا کہ پانی آسمان سے کیسے نازل ہوا؟ میں نے کہا کہ ہاں، اللہ کی قسم! بے شک اللہ نے مجھ پر آسمان سے پانی نازل کیا ہے، پھر میرے ہاتھوں کے درمیان سے وہ آسمان میں چھپ گیا، پھر وہ آئی، یہاں تک کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، پھر یہ قصہ بیان کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے رشتہ مانگا، میں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے لیے راضی نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور سے میری شادی کر دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے میری شادی کر دی، سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے شادی کی۔ اور اس عورت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 30 صاع دینے کا حکم فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور ناپو نہیں۔ (دلائل النبوۃ:6/124)

ابو قرصافہ کی آواز کو دور تک پہنچانا

سیدہ عنزہ بنت عاص بن ابو قرصافہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: روم والوں نے ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کو قید کر لیا: ابو قرصافہ ہر نماز کے وقت عسقلان کی دیواروں پر چڑھ جاتے اور آواز دیتے، اے فلاں نماز! وہ بیٹا باپ کی اس آواز کو سن لیتا جبکہ وہ روم کے شہر میں تھا۔ (مجمع الزوائد:9/396)

شہداء احد میں زندگی کے آثار

سیدنا عبد الرحمٰن بن عبد اللہ روایت کرتے کہ ان تک یہ اطلاع پہنچی کہ سیدنا عمرو بن الجموح اور سیدنا عبد اللہ بن عمرو دونوں انصاری پھر سلمی کو سیلاب نے ان کی قبروں کو گڑھا بنا دیا اور ان دونوں صحابیوں کے قبریں سیلاب کی زد میں تھیں، اور یہ دونوں صحابی ایک ہی قبر میں تھے اور ان دونوں صحابیوں کی شہادت جنگ احد میں ہوئی تھی، چنانچہ ان کی قبروں کو مزید کھود کر ان کی جگہ کو بدل دیا گیا، تو ان شہیدوں میں ذرا سی بھی تبدیلی نہیں آئی، گویا کہ وہ کل دنیا سے رخصت ہوئے ہیں، ان میں سے ایک زخمی تھے اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا، انہیں اسی حالت میں دفن کر دیا گیا، ان کے ہاتھ کو ان کے زخم سے ہٹا دیا گیا، تو ان کے زخم سے خون جاری ہو گیا، پھر ان کے ہاتھ کو اسی جگہ پر لوٹا دیا گیا اور جنگ احد اور ان دونوں صحابہ کی قبر کشائی کے درمیان 46 سال کا فاصلہ تھا۔ (حیاۃ الصحابہ:3/592)

آج کی نشست میں چند فتاوی کا ترجمہ پیش خدمت ہے جو یورپین کونسل برائے فتویٰ اور ریسرچ کے 34 ویں اجلاس منعقدہ استانبول (11۔16 نومبر 23) میں زیر بحث رہے۔ کاتب سطور بحیثیت صدر کونسل اس اجلاس میں حاضر رہا۔

ہر فتویٰ کے آخری صاحب فتوی کا نام مزید حروف میں دیا گیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے:

ص ح: صہیب حسن

خ ح: خالد حنفی

ع ق: علی قرہ داغی

بیمہ والی کمپنی میں جاب کرنے کا حکم

سوال: میں شادی شدہ ہوں، اکاؤنٹس کا ڈگری ہولڈر ہوں۔ ایک سال قبل کام کی تلاش میں کینیڈا آنا ہوا۔ ایک کمپنی سے بات طے ہو گئی کہ میں ان کا مالی معاملات میں ایڈوائزر کی حیثیت سے کام کروں گا اور وہ مجھے ٹریننگ بھی دیں گے، کام کے دوران مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ مالی معاملات میں زندگی کے بیمہ کے حالات بھی شامل ہیں۔ یعنی لوگوں کے مال کی انویسٹمنٹ کے ساتھ ساتھ مذکورہ معاہدے بھی کرانا ہوں گے۔ اب میں متردد ہوں کہ آیا یہ کام جائز ہے یا نہیں کہ اس کام کا ایک جز و زندگی کے بیمہ کے معاہدے بھی کرانا ہے؟

جواب: جہاں تک زندگی کے بیمہ کا تعلق ہے تو تمام فقہی اکیڈمیاں اس معاملے کو ناجائز قرار دیتی ہیں، خاص طور پر کہ جیسے مغربی ممالک میں ان پر عمل کیا جاتا ہے۔ آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جس کمپنی میں کام کرتے ہیں، اس کی مصروفیات عمل مختلط کی نوعیت کی ہیں۔ یعنی زیادہ تر ایسی مصروفیات ہیں جو کہ جائز ہیں لیکن ان کا ایک جزو حرام بھی ہے۔

اور ایسا کام کہ جس کی آمدنی میں اختلاط حلال و حرام ہو، اس میں شبہ تو پایا جاتا ہے لیکن اُسے مطلق حرام قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دیار مغرب میں ایسے کام بہت کم ملیں گے جو حرام اور شبہات سے بالکل خالی ہوں، اس لیے آپ کے لئے وہاں کام کرنا جائز ہو گا۔ (خ ح)

(اضافہ از مترجم: جس کام میں حرام کی قلیل آمیزش ہو وہاں کام کرنے والے کے لئے بہتر ہو گا کہ وہ اپنی آمدنی میں سے ایک قلیل حصہ بطور صدقہ دیتا رہے اور اس کی بنیاد وہ حدیث ہے کہ جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے تجار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے تاجرو! تمہاری اس خرید و فروخت میں بہت سی لغویات (یعنی جھوٹی قسمیں شامل ہیں تو اسے صدقہ سے ملاتے رہو۔" (ص ح)

مُردہ اجسام کی تصویر بنانے کا حکم

سوال: میں یورپ کے ایک ملک میں مقیم ہوں، ان دنوں ایک تحقیقی مضمون ترتیب دے رہے ہوں، جس میں اسلامی فرقوں کی اس موضوع پر آراء کو بیان کیا جائے گا کہ مُردہ اجسام کی تصاویر کو چاہے وہ عام حالت میں ہوں یا انتہائی بھیانک حالت میں، انہیں میڈیا یا فلمی اغراض کی خاطر استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی تکریم کا ذکر کیا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (سورۃ الاسراء: 70)

"اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت عطا کی ہے۔"

اس لیے ہر وہ طریقہ کہ جس سے ان کی تذلیل مراد ہو ناجائز ہے اور اس ضمن میں مردہ اجسام کی تصاویر بھی آجاتی ہیں، چاہے وہ عام تصاویر ہوں یا ان کے کٹے پھٹے جسم کی تصاویر ہوں، ان کی مارکیٹنگ کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ کسی ضرورت کی بنا پر کیا جائے جیسے کسی طبی مقصد کی بنا پر، یا کسی جرم کی تفتیش کرنا مراد ہو۔

خواتین کے لباس کے بارے شرعی حکم

سؤال: میں برطانیہ میں مقیم ہوں، میرا سوال یہ ہے کہ کیا مسلم خواتین ایسا لباس پہن سکتی ہیں، جس میں ڈیزائن کے طور پر نقطے ہی نقطے ہوں۔ ایسے ملبوسات کو POLKA سے تعبیر کیا جاتا ہے، مثلاً میں یا کوئی اور خاتون ایسا عبایہ پہنتی ہے جس پر چھوٹے بڑے نقطوں (DOTS) کی بھرمار ہو۔ ایسا لباس یقینی طور پر جاذب نظر ہو گا!!

جواب: ایک مسلم خاتون کے لئے ضروری ہے کہ وہ سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے سارے بدن کو ڈھانپے، لباس کے لئے شرعی چند شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ جن میں سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ وہ تنگ اور چست نہ ہو، بہت ہی باریک نہ ہو کہ جس سے جسم چھلکتا ہو اور نہ ہی اس پر اتنے نقش و نگار ہوں کہ وہ لوگوں کی توجہ کا باعث بنے۔

سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾

(سورۃ النور: 31) "اور وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں الا کہ وہ خود بخود ظاہر ہوتی ہو۔"

اور اس کا تعلق ہر قوم اور ملک کے رہن سہن اور

عُرف عام سے بھی ہے، یعنی ہو سکتا ہے کہ کہیں بھڑ کیلے لباسوں کا عام رواج ہو کہ جس کی بنا پر انہیں جاذب نظر نہ سمجھا جائے لیکن وہی لباس کسی دوسرے ملک کے رواج کے مطابق جاذب نظر قرار دیا جائے اور اس وضاحت کی روشنی میں مذکورہ لباس نا جائز نہ ہوگا۔

(اضافہ: سورۃ النور کی آیت "ماظھر منھا" کے مفہوم میں دو رائیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی ایک تو یہ کہ اس سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں جو کہ جمہور کی رائے ہے اور دوسری یہ کہ چہرہ مکمل ڈھانپا جائے یعنی نقاب پہنا جائے اور اس انداز سے پہنا جائے کہ خاتون راستہ دیکھ سکے۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی نے پہلی صورت کو جائز اور دوسری صورت کو افضل قرار دیا ہے۔) (ص ح)

کیا مرد کو خصی کیا جاسکتا ہے؟

سوال: میری بیوی دس سال سے ہرنیا کی مریض ہے، ایک دفعہ بطور علاج پیٹ کا آپریشن کرایا تھا لیکن ہرنیا اور بڑھ گیا تو دوسری مرتبہ پھر آپریشن کرانا پڑا۔ ساتھ ساتھ وہ انیمیا (خون کی کمی) کا بھی شکار ہے۔ گویا وہ مزید حمل کی متحمل نہیں ہو سکتی، تو آیا میں اس کی خاطر مزید حمل روکنے کے لئے اپنا آپریشن کروا سکتا ہوں؟

جواب: آپ کے سوال کی نوعیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ شوہر کو بانجھ کر دیا جائے تاکہ بیوی کو آئندہ حمل سے بچایا جاسکے، مرد کا علاج یوں کیا جاسکتا ہے کہ یا تو وہ ایسی دوا لے جس سے اس کا مادہ منویہ ضائع ہو جائے یا مادہ منویہ پر مشتمل رگ کو باندھ دیا جائے۔

اصولی طور پر ایک مرد کو بانجھ کر دینا ناجائز ہے، چاہے اس کی پہلے سے اولاد ہو یا نہ ہو۔ یہ بات اللہ کی حکمت کے منافی ہے کہ وہی مرد و عورت کا خالق ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے آپ کو خصی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ میں نوجوان ہوں، اپنے آپ پر قابو پانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور میرے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ میں شادی کر سکوں؟

اللہ کے رسول خاموش رہے، میں نے پھر اپنی بات دھرائی تو پھر بھی خاموش رہے، پھر تیسری مرتبہ میں نے یہیں سوال کیا تو پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے پھر وہی بات دھرائی تو کہا: اے ابو ہریرہ! جو تمہیں ملنے والا ہے وہ (لکھا جا چکا ہے اور یہ لکھے جانے والا) قلم خشک ہو چکا ہے، اب چاہے تم اپنے آپ کو خصی کراؤ یا نہ کراؤ!

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کا شوہر کے لئے اپنے آپ کو بانجھ کروانا ناجائز ہے، البتہ عورت مجبوری کی بنا پر اپنے رحم کو نکلوا سکتی ہے اور وہ بھی جب کہ منع حمل کے دوسرے علاج میسر نہ ہوں۔ یا یہ کہ مرد عارضی طور پر ایسی کوئی صورت اختیار کرے کے جس سے حمل نہ ہو، مستقل طور پر اپنی قوت پیدائش کو ضائع کرنا مطلوب نہ ہو۔ (خ ح)

باپ بچوں کی کفالت کی ذمہ دار

سوال: میں بلجیئم میں رہائش پذیر ہوں، کافی عرصہ سے میری طلاق ہو چکی ہے، میں اپنے دونوں بچوں کی کفالت کر رہا ہوں لیکن عورت کے برے اطوار، شراب پینا اور مختلف انواع کے سگرٹ کا استعمال کرنا مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں عدالت کے ذریعے بچوں کی پرورش (حضانت) اپنے ذمہ لوں۔ مقامی قانون کے مطابق اگر بچے مرد کے پاس رہائش پذیر ہوں تو وہ عورت سے بچوں کی نگہداشت کا خرچ (نان و نفقہ) طلب کر سکتا ہے۔ اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک خاص محکمہ خرچ کا تعین کرتا ہے، اور پھر عورت کو بتایا جاتا ہے کہ اس نے اتنی رقم بچوں کے والد کو ادا کرنی ہے۔

میرا سوال یہ ہے کہ اگر میں ایسا مطالبہ کرتا ہوں تو کیا میں گناہ گار رہوں گا، مقامی قانون یہی ہے کہ بچے والدین میں سے جسکے پاس بھی رہیں گے تو دوسری پارٹی کو ان کا نان و نفقہ ادا کرنا ہوگا۔ اب اس عورت نے بچوں سے کہنا شروع کر دیا ہے کہ تمہارا باپ ناحق میرا مال کھانا چاہ رہا ہے کیونکہ وہ مجھ سے ان کا خرچ مانگ رہا ہے؟

جواب: شرع کے اعتبار سے باپ ہی بچوں کے نان نفقہ کا پابند ہے، اس کی مطلقہ بیوی کو یا کسی اور شخص کو اس کے دینے کا پابند نہیں بنایا جائے گا۔ جیسے انسان اپنے اوپر خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے ایسے ہی اپنی اولاد پر بھی خرچ کرنے کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (سورۃ البقرہ: آیت نمبر 233)

اور جس کی اولاد ہے وہی ان کا روٹی کپڑا عام رواج کے مطابق دینے کا پابند ہے۔

اور وہ یہ خرچ اس وقت تک دیتا رہے گا جب تک کہ لڑکا خود کمانے نہ لگ جائے اور اگر بیٹی ہے تو وہ جب تک شادی نہ کر لے۔

اصولی بات یہی ہے کہ طلاق کے بعد بچہ ایک خاص عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گا، اور اس مدت کے دوران جسے مدت حضانت یا تربیت کہا جاتا ہے، باپ ہی کو تمام اخراجات کا پابند بنایا جائے گا، چاہے بچہ ماں کے پاس ہو یا باپ کے۔ اس لئے باپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ماں سے خرچ کا مطالبہ کرے، چاہے عدالت ہی نے اس کا حکم دیا ہو؟ یعنی اگر وہ اخراجات اٹھانے پر قادر ہو تو اسے ہر صورت بچوں کی نگہداشت کا سارا خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔ (خ ح)

فوریکس کاروبار کا حکم

سوال: میں مستقبل کی خرید و فروخت کے سودے کا کاروبار کرنا چاہتا ہوں، جس میں سونے، چاندی اور تیل (پٹرول) شامل ہیں، فوریکس کا کاروبار بھی کر رہا ہوں لیکن چند دن قبل مجھ پر انکشاف ہوا کہ فوریکس کا روبار ناجائز ہے۔ میں نے تحقیق کرنا شروع کی تو متضاد فتاویٰ سامنے آئے۔ چند علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں تو اکثر اسے حرام کہتے ہیں، اس لیے مجھے ایک واضح جواب مطلوب ہے، اور CFD کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

جواب: سونے، چاندی اور بنک نوٹ کا کاروبار کرنا اسی وقت حلال متصور ہو گا، جب کہ وہ ہاتھ میں آجائیں (یعنی قبضہ ہو جائے)۔ اس پر علماء کا اجماع ہے، فقہی مجالس نے رجسٹر میں تحریر کو ہاتھ کے قبضے کی مانند قرار دیا ہے۔ یعنی اس کی رسید آپ کے پاس آجائے۔ اس لیے سونے اور چاندی کے مستقبل کے سودے ناجائز ہیں۔ تیل اور ایسے ہی دوسری اشیاء کے مستقبل کے سودے اس وقت جائز متصور ہوں کے جب کہ ان کے ارکان اور شروط پائے جائیں گے، لیکن اگر قیمت اور مبیع دونوں ہی ادھار ہوں تو ایسا عقد ناجائز ہو گا۔ ایسا عقد مستقبلیات (فیوچر) کے ضمن میں آجاتا ہے، جس کی حرمت کے بارے میں تمام فقہی مجالس متفق ہیں۔ اور جہاں تک سونے چاندی اور مختلف کرنسیوں کا بطور فوریکس کاروبار ہے تو وہ بھی فقہی مجالس نے کئی اسباب کی بناپر حرام قرار دیا ہے۔ اور جہاں تک CFD کے ذریعے کاروبار کرنا ہے تو یہ کاروبار مضاربت اور اس سے ملتے جلتے عقود کے ذریعے قیمتوں کے فرق پر مبنی ہوتا ہے کہ جس میں کاروباری کے پاس اصل زر کی ملکیت نہیں ہوتی، اس لئے یہ عقد بھی حرام ہے، اس عقد میں شرعی ضابطوں اور شروط کی پابندی نہیں کی جاتی۔ (ع ق)

کینسر کے مریض کو درد کے لیے مورفین دینا

سوال: میں جرمنی میں طبیب کی حیثیت سے کام کرتا ہوں، خون اور سرطان کا علاج کرتا ہوں۔ دیکھا گیا ہے کہ سرطان (کینسر) کے مریض آخری مرحلے میں شدید تنفس کی کمی اور دردوں کے شکار ہو جاتے ہیں، اسی حالت میں صرف درد کی کمی کے لئے انہیں مورفین دی جاتی ہے، ڈاکٹر اس مخمصہ کا شکار رہتے ہیں کہ آیا انہیں مورفین کی اونچی مقدار دی جائے یا نہ، کیونکہ اونچی مقدار سے ان کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے، اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: اگر غلبہ ظن یہ ہو کہ اتنی مقدار مریض کی وفات کا باعث نہیں بنے گی تو کینسر کے درد کی تخفیف کے لئے اونچی مقدار دی جاسکتی ہے، لیکن اگر آپ کا گمان غالب ہو کہ اسے موت واقع ہو جائے گی تو ایسا کرنا ناجائز ہے، چاہے مریض یا اس کے لواحقین کا اصرار ہو کہ یہ دوا دی جائے، وہ اس لئے کہ یہ ایک شخص کی جان بوجھ کر جان لینا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ﴾(سورۃ الانعام:151)

”اور جس نفس کا قتل کرنا حرام ہو تو اسے ناحق قتل نہ کرو۔“

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ

مریض کی حالت کیسی بھی ہو، اس کی جان لینا حرام ہے، اور جو ڈاکٹر یسا کرتا ہے تو وہ قاتل عمد (جان بوجھ کر قتل کرنے والا) کہلائے گا ایسے ہی قتل کو قتل بربنائے رحمت EUTHANASIA کہا جاتا ہے۔ (ع ق)

ذکرِ نبیؐ کے ساتھ ہے چرچا کتاب کا

ذکرِ نبیؐ کے ساتھ ہے چرچا کتاب کا — یہ علم ہے جناب خدائی نصاب کا
انسان تھا شکار سماجی عتاب کا — یہ دور تھا نبیؐ پہ بڑے اضطراب کا
اقرارِ حق تھا امتحاں مکہ میں دوستو — یہ مرحلہ صحابہ پہ تھا پیچ وتاب کا
انسانیت سسکتی تھی انصاف وعدل کو — موڑا مرے رسولؐ نے رخ انقلاب کا
ابرِ کرم جہان پہ کچھ یوں برس گیا — ایسا لگا کہ سایہ ہے سب پر سحاب کا
کر کے سوال رہتے تھے اصحاب سب خموش — رہتا تھا انتظار نبیؐ کے جواب کا
رہتے تھے آپؐ ایسے صحابہؓ کے درمیاں — جیسے کھلا ہو پھول چمن میں گلاب کا
ہیں آسماں کے تاروں کے مانند ان کے یار — کیا ہی حسین رستہ ہے یہ انتخاب کا
راہِ رسولؐ بس ہے ہدایت کے واسطے — دستور آپ لائے خدا کی کتاب کا
معیار زندگی کا بتا کر حضورؐ نے — آسان سا سبق دیا روزِ حساب کا
میں بھی امیدوارِ شفاعت ہوں اے نسیم — میں بھی ہوں نام لیوا رسالت مآبؐ کا

محمد فاروق نسیم برمنگھم
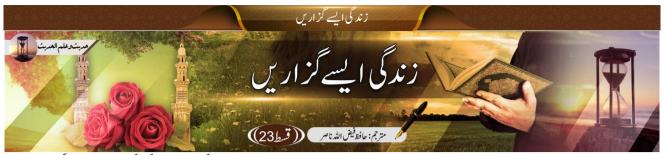
تین بار اجازت طلبی

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كُنَّا فِي مَجْلِسٍ عِنْدَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَأَتَى أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ مُغْضَبًا حَتَّى وَقَفَ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمُ اللهَ، هَلْ سَمِعَ أَحَدٌ مِنْكُمْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ؟» قَالَ أُبَيٌّ: وَمَاذَا بِكَ؟ قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمْسِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ، ثُمَّ جِئْتُهُ الْيَوْمَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنِّي جِئْتُ أَمْسِ فَسَلَّمْتُ ثَلَاثًا، ثُمَّ انْصَرَفْتُ قَالَ: قَدْ سَمِعْنَاكَ وَنَحْنُ حِينَئِذٍ عَلَى شُغْلٍ، فَلَوْ مَا اسْتَأْذَنْتَ حَتَّى يُؤْذَنَ لَكَ قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ كَمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: فَوَاللهِ لَأُوجِعَنَّ ظَهْرَكَ وَبَطْنَكَ، أَوْ لَتَأْتِيَنِّي بِمَنْ يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هٰذَا. قَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: فَوَاللهِ لَا يَقُومُ مَعَكَ إِلَّا أَحْدَثُنَا سِنًّا، قُمْ يَا أَبَا سَعِيدٍ، فَقُمْتُ فَأَتَيْتُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ هٰذَا

(صحیح بخاری، کتاب الإستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثاً: 6245-صحیح مسلم، کتاب البروالصلة، باب الاستئذان: 2153)

”ہم سیدنا اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک تھے کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں آئے اور (ہمارے پاس آکر) کھڑے ہوگئے اور بولے: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں سے کسی نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تین مرتبہ اجازت لی جائے اور اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے وگرنہ واپس چلا جائے؟ سیدنا اُبَی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ہوا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کل سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے (ان کے پاس حاضر ہونے کی) تین مرتبہ اجازت مانگی لیکن انہوں نے مجھے اجازت نہیں دی، سو میں واپس چلا آیا۔ پھر آج میں ان کے پاس گیا اور انہیں بتلایا کہ میں کل بھی آیا تھا اور تین مرتبہ سلام کہا (یعنی اندر آنے کی اجازت مانگی، لیکن اجازت نہیں ملی) تو میں واپس چلا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تمہارا سلام سنا تو تھا لیکن ہم اس وقت کسی کام میں مشغول تھے، تو تم تب تک اجازت کیوں نہ مانگتے رہے جب تک کہ تمہیں اجازت دے نہ دی جاتی؟ میں نے کہا: میں نے تو اسی طریقے کے مطابق اجازت مانگی تھی جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ انہوں نے کہا: قسم بخدا! یا تو تُو اپنی اس بات پر کوئی گواہ لے کر آ، یا پھر میں تیری پُشت اور پیٹ کو ضرور تکلیف سے دوچار کروں گا (یعنی تمہیں سزا دوں گا)، سیدنا اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ نے (یہ سُن کر) فرمایا: اللہ کی قسم! تیرے ساتھ (گواہی کے لیے) ہم میں سب سے کم عمر کھڑا ہو گا، اے ابو سعید! اُٹھو۔ چنانچہ میں اُٹھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔“

بہ وقتِ اجازت 'میں' کہنے کی کراہیت

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي دَيْنٍ عَلَى أَبِي، فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: «مَنْ ذَا؟» فَقُلْتُ: أَنَا، فَقَالَ: «أَنَا أَنَا.» مَرَّتَيْنِ، كَأَنَّهُ كَرِهَهُ

(صحیح بخاری، کتاب الإستئذان، باب إذا قال: من ذا؟ فقال: أنا: 6250- صحیح مسلم، کتاب البروالصلة، باب کراهة قول المستأذن أنا، إذا قيل من هذا:2155)

”میں اپنے باپ پر قرض کے مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے؟ تو میں نے کہا: میں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں، میں۔ گویا کہ آپ ﷺ نے اس انداز کو ناپسند فرمایا۔“

یعنی اگر صاحبِ خانہ آنے والے سے اس کا نام پوچھے تو اسے اپنا نام ہی بتانا چاہیے نہ کہ یوں کہنا چاہیے کہ ”میں ہوں“ نبی ﷺ نے ایسا کہنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

مجلس میں شرکت وبرخاستگی کے وقت سلام

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْمَجْلِسَ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِنْ قَامَ وَالْقَوْمُ جُلُوسٌ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِنَّ الْأُولَى لَيْسَتْ بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب: 5208-سنن ترمذی: 2706)

”جب تم میں سے کوئی مجلس میں آئے تو اسے سلام کہنا چاہیے، سو اگر وہ کھڑا ہو اور لوگ بیٹھے ہوں تو اسے ہی سلام کہنا چاہیے، کیونکہ پہلا دوسرے کی نسبت زیادہ حق نہیں رکھتا۔“

لحہ بھر کی مفارقت کے بعد بھی سلام

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا:

«مَنْ لَقِيَ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ حَائِطٌ أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ»(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الرجل يفارق الرجل...:5200)

"جو اپنے (مسلمان) بھائی کو ملے تو اسے سلام کہنا چاہیے، اگر ان دونوں کے درمیان درخت، دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور جب وہ اس سے ملے تو اسے پھر سلام کہنا چاہیے۔"

سلام کیسے کہنا چاہیے؟

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: «عَشَرَةٌ». ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: «عِشْرُونَ». ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: «ثَلَاثُونَ»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب: 5195- سنن ترمذی، أبواب الإستئذان، باب ما ذكر في فضل السلام: 2689 -عمل اليوم والليلة للنسائی:118)

"ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا:

"اس نے (10 نیکیاں) حاصل کیں۔" پھر دوسرا آیا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہا تو نبی ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا:

"اس نے (20 نیکیاں) حاصل کیں۔" پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ کہا، تو آپ ﷺ نے اس کا بھی جواب دیا اور فرمایا:

"اس نے (30 نیکیاں) حاصل کیں۔"

سلام میں ایک کا عمل پوری جماعت سے کفایت

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

«يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ، إِذَا مَرُّوا أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدُهُمْ، وَيُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوسِ أَنْ يَرُدَّ أَحَدُهُمْ.» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب ما جاء في رد الواحد عن الجماعة: 5210-سلسلة الأحاديث الصحيحة:1148)

"جب کوئی جماعت گزرے اور ان میں سے ایک بندہ بھی سلام کر دے تو اس جماعت کو کفایت کر جائے گا، اور (اسی طرح) مجلس میں سے ایک بھی شخص سلام کا جواب دے دے تو ان سب کو کفایت کر جائے گا۔"

یعنی اگر زیادہ لوگ ہوں اور انہوں نے کسی کو سلام کہنا ہو یا پھر انہیں کوئی شخص سلام کہہ دے تو پوری جماعت کا سلام کہنا یا سب کا جواب دینا ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک شخص بھی سلام کہہ دے یا سلام کرنے والے کا جواب دے دے تو تمام کی طرف سے کفایت کر جاتا ہے۔

بچوں کو سلام

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ (صحیح بخاری، كتاب الإستئذان، باب التسليم على الصبيان: 6247 -صحيح مسلم، كتاب السلام: 2168)

"رسول اللہ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کہا۔"

عورتوں کو سلام

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

مَرَّ بِنَا النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ نِسْوَةٌ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في السلام على النساء: 5204- سنن ترمذی، أبواب الإستئذان، باب ما جاء في التسليم على النساء:2697)

"نبی ﷺ ہم عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ہمیں سلام کہا۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"اس پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جسے عورتوں کے فتنے سے محفوظ رہنے میں اپنے آپ پر اعتماد ہو، یا پھر ان عورتوں کو سلام کہا جا سکتا ہے جن کی شادی کی عمر گزر چکی ہو، لیکن اگر کسی کو عورتوں کے فتنے سے محفوظ رہنا ممکن نظر نہ آتا ہو یا جسے وہ سلام کرنا چاہے وہ نوجوان عورت ہو تو ایسی صورت میں سلام نہیں کرنا چاہیے۔"

☆☆☆

بیویاں ایسی بھی ہوتی ہیں...!

عمران بن حطان بڑا عالم تھا مگر ایک خوب صورت خاتون پہ دل آ گیا جو خوارج کے فرقے سے تعلق رکھتی تھی- کہا: میں اس سے شادی کر کے اسے اہل سنت کے مذہب پہ لے آؤں گا لیکن ہوا یہ کہ بیوی کے زیر اثر خود خارجی لیڈر بن گیا--!

(سیر اعلام النبلاء: ص214)

☆☆☆

اہل فلسطین کے لیے

فلسطین کی کر مدد یا الٰہی
نہیں ظلم کی کوئی حد یا الٰہی
ستم کا وہاں جال پھیلا ہوا ہے
وہاں دور فرعون کا آ گیا ہے
ہیں چھلنی مظالم سے لوگوں کے سینے
بھنور میں ہیں انسانیت کے سفینے
تو اب ظلم کو نیست و نابود کر دے
سکوں کا سماں میرے معبود کر دے

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب

حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی (ف 507ھ) نے حماد بن سلمہ کی صحیح بخاری میں روایت کے بارے میں فرمایا:

" لم یخر ج عنه معتمداً علیه، بل استشهد به فی مواضع لیبین انه ثقة."

"آپ یعنی امام بخاری نے ان سے بطور اعتماد روایت نہیں لی بلکہ کچھ مقامات پر ان سے استشہاد کیا (یعنی بطور شواہد روایات لیں) تاکہ یہ واضح کر دیں کہ وہ ثقہ ہیں۔) (شروط الائمہ الستہ: ص18)

دوسرے دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حوالے سے یہ اصول ثابت ہوا کہ امام بخاری نے جس راوی سے اپنی صحیح بخاری میں روایت لی اور اس پر جرح نہ کی تو وہ ان کے نزدیک ثقہ یا صدوق راوی ہوتا ہے لہٰذا محمد بن اسحاق سے امام بخاری کا صحیح بخاری میں روایت لینا ان کی طرف سے محمد بن اسحاق بن یسار کی توثیق ہے۔ (نیز دیکھئے جزء القراۃ خلف الامام للبخاری (بتحقیق زبیر علی زئی، ص142-148)

امام بخاری نے محمد بن اسحاق کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا: حدیث محمد اسحاق عن الصلت بن عبد اللہ بن نوفل حدیث حسن صحیح (سنن الترمذی: 1742۔ قلمی نسخہ ص 121 جلد 1۔ تحفۃ الاحوذی جلد 3 ص52، العرف الشذی جلد 1 ص304، دوسرا نسخہ جلد 1 ص207)

اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ امام بخاری، محمد بن اسحاق کو ثقہ وصدوق سمجھتے تھے غالباً یہی وجہ ہے کہ زیلعی حنفی نے ابن اسحاق کے بارے میں کہا:

"الأکثر علی توثیقه، و ممن و ثقه البخاری. و الله أعلم ." (نصب الرایہ: 7/4)

"اکثر نے ابن اسحاق کی توثیق کی ہے اور ان کے موثقین میں سے بخاری بھی ہیں واللہ اعلم۔"

4۔ امام مسلم بن الحجاج النیسابوری نے بھی صحیح مسلم میں ابن اسحاق سے روایات (شواہد و متابعات میں) بیان کیں دیکھئے صحیح مسلم (480 (ترقیم دار السلام، 1080)، 873 (2015)، 1199 (2875)، 1656 (4297)، 1703 (4446)۔ معلوم ہوا کہ امام مسلم کے نزدیک ابن اسحاق ثقہ وصدوق تھے۔

5۔ امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی نے فرمایا: محمد بن اسحاق مدنی ثقة (محمد بن اسحاق مدنی ثقہ ہیں)۔ (معرفۃ الثقات التاریخ: 1571، دوسرا نسخہ 1433، تاریخ بغداد: جلد 1 ص231)

6۔ امام علی بن عبد اللہ المدینی نے فرمایا:

"ابن اسحاق عندی ثقة و لم یضعه عندی إلا روایته عن أهل الکتاب."

"میرے نزدیک ابن اسحاق ثقہ ہیں اور میرے نزدیک انہیں نیچے نہیں گرایا مگر اہل کتاب سے روایت نے۔" (کتاب القراۃ خلف الامام للبیہقی، قلمی نسخہ، احمد الثالث ص19۔ دوسرا قلمی نسخہ ص15۔ اب۔ وسندہ صحیح مطبوعہ بحاشیۃ محمد السعید بن بسیونی زغلول: ص58، ح114۔ و سقط منه بعضه، تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن: 45/9، دوسرا نسخہ مطبوعہ دار الفکر: 39/9)

سرفراز خان صفدر ان نے اس عبارت کو نقل کرنے میں دو بڑی خیانتوں کا ارتکاب کیا ہے:

اول: عندی ثقة (وہ میرے نزدیک ثقہ ہیں) کے الفاظ نقل نہیں کئے بلکہ حذف کر دیئے ہیں (دیکھئے احسن الکلام طبع جدید: 79/2۔ قدیم طبع: 72/2)

دوم: لم یضعه (نیچے نہیں گرایا، کو لم یضعف کر دیا اور ترجمہ لکھا: میرے نزدیک ابن اسحاق کو صرف اس بات نے ضعیف کر دیا کہ وہ یہود اور نصاری سے روایتیں لے کر بیان کرتا ہے۔ (احسن الکلام طبع قدیم: 72/2؛ طبع جدید: 79/2؛ بحوالہ تہذیب: 45/9)

جس شخص کے دل میں ذرا بھی انصاف ہو، وہ اس حرکت کو یہودیانہ تحریف کے سوا کچھ بھی قرار نہیں دے سکتا۔

یاد رہے کہ نیچے گرانے سے مراد اعلیٰ درجے کے ثقہ متقن سے نیچے ثقہ و صدوق یعنی صحیح الحدیث کے درجے سے نیچے حسن الحدیث کے درجے پر فائز قرار دینا ہے جیسا کہ ثقہ اور صالح وسط کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

اہل کتاب (یہود و نصاری) سے روایت کا مطلب یہ ہے کہ مدینے میں جو یہودی مسلمان ہو گئے تھے تو ان کی مسلمان اولاد سے ابن اسحاق نے روایتیں لیں جیسا کہ ابن اسحاق کے شیوخ کے ناموں سے ثابت ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے فرمایا:

" رأیت علی بن عبد الله المد ینة یحتج بحدیث ابن اسحاق."

"میں نے علی بن عبد اللہ المدینی کو دیکھا، وہ (محمد) بن اسحاق (بن یسار) کی حدیث کو حجت سمجھتے تھے)۔ (کتاب القراۃ بتحقیق زبیر علی زئی: ص190، ح142)

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ (صدوق و ثقہ الجمہور) نے امام ابن المدینی سے محمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

"هو صالح وسط." وہ صالح وسط (یعنی حسن الحد

یث)ہیں(سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ:83)
امام ابن المدینی نے بتایا کہ سندوں کا دارو مدار چھ آدمیوں پر ہے۔ ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار، قتادہ، یحی بن ابی کثیر، ابو اسحاق السبیعی اور سلیمان الاعمش پھر انہوں نے ان چھ کے اہم شاگردوں میں امام مالک اور محمد بن اسحاق وغیر ھما کا ذکر کیا۔(دیکھئے کتاب العلل لابن المدینی:ص39۔40یعنی ص1۔2)

7۔امام ترمذی نے(سنن ترمذی میں)احکام وعقاید وغیر ھما میں ابن اسحاق کی بیان کردہ روایتوں کو حسن اور صحیح قرار دیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے

حسن غریب:9،58،291،1198،1692،1824، 2314،2473، 2476، 2732، 2832، 3181، 3528،3619،3817،3737۔(16روایات)

حسن صحیح:23، 115،154،189، 308، 308، 398، 526، 543 ، 1267، 1497، 1637، 3045،3166۔(13روایات)

حسن:311،645،1028،2821۔(4روایات)

حسن صحیح غریب: 2541، 3632، 3738۔(3 روایات)

حسن غریب صحیح۔3097

کل روایات:37

ان میں سے بہت سی روایات احکام میں اور بعض عقائد میں(مثلاً صفۃ الجنۃ: 2541)میں ہیں۔ فاتحہ خلف الامام والی حدیث، جس کی وجہ سے سرفراز خان صفدر نے محمد بن اسحاق پر جرح کی، احکام والی اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: حدیث حسن(311)۔ معلوم ہوا کہ امام ترمذی کے نزدیک محمد بن اسحاق ثقہ تھے۔ لہٰذا سرفراز خان کا امام ترمذی کو ان کے جارحین میں شمار کرنا باطل اور تلبیس ہے۔

فائدہ: امام ترمذی نے عمرو بن بجدان راوی کی حدیث کو حسن(صحیح)کہا۔ اس کے بارے میں تقی الدین (ابن دقیق العید)نے الإمام(نامی کتاب)میں کہا:

وأى فرق بين أن يقول: هو ثقة أو يصحح له حديث انفرد به."

(اس میں کیا فرق ہے کہ وہ اسے ثقہ کہیں یا اس کی انفرادی حدیث کی تصحیح کی جائے)۔(نصب الرایہ للزیلعی:1/149)

ابن القطان الفاسی المغربی نے زینب بنت کعب اور سعد بن اسحاق کے بارے میں لکھا:

و فی تصحیح الترمذی إیاہ توثیقها و توثیق سعد بن اسحاق۔

"اور ترمذی کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح میں اس کی اور سعد بن اسحاق کی توثیق ہے۔"(بیان الوہم والایہام:5/395ح2562:نصب الرایہ:3/26)

معلوم ہوا کہ جب کوئی عالم کسی حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے تو یہ اس کی طرف سے اس حدیث کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے، الا یہ کہ کوئی صریح دلیل اس کی تخصیص کردے۔

8۔محمد بن سعد بن منیع نے ابن اسحاق کے بارے میں کہا: وكان محمد ثقة وقد روى الناس عنه ... ومن الناس من تكلم فيه.

(اور محمد(بن اسحاق)ثقہ تھے اور لوگوں نے ان سے روایت بیان کی۔۔ اور لوگوں میں سے بعض نے ان پر کلام کیا۔)(طبقات ابن سعد:7/321۔322)

9۔حافظ ابن حبان نے محمد بن اسحاق کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: "فأما إذا بين السماع فيما يرويه فهو ثبت يحتج بروايته."(پس اگر وہ اپنی روایت میں سماع کی صریح بیان کریں تو وہ ثقہ ہیں، ان کی روایت سے حجت پکڑی جاتی ہے۔)(کتاب الثقات:7/383۔394)

صحیح ابن حبان میں موسسۃ الرسالہ کی ترقیم کے مطابق محمد بن اسحاق بن یسار کی 79 روایات موجود ہیں۔(دیکھئے جلد18 ص221۔222)۔ نیز دیکھئے مشاہیر علماء الامصار۔ص139

10۔امام محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے محمد ابن اسحاق کے بارے میں فرمایا:

إذا حدّث عمّن سمع منه من المعروفين فهو حسن الحديث صدوق، وإنما أوتي من أنه يحدث عن المجهولين أحاديث باطلة.

"جب وہ مشہور راویوں سے حدیث بیان کریں جن سے سنا تھا تو وہ حسن الحدیث صدوق ہیں، اور جب مجہول لوگوں سے حدیثیں بیان کرتے ہیں تو وہ باطل حدیثیں ہیں۔"(تاریخ بغداد:1/227وسندہ صحیح)

اس قول کو سرفراز خان نے بغدادی جلد1 ص227 (تاریخ بغداد)سے درج ذیل الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ مجہول رواۃ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔(احسن الکلام:2/70طبع دوم)

یہ صریح تصریف ہے، جس کا سرفراز خان صفدر کو بعد میں احساس ہوا تو درج ذیل الفاظ لکھے:

ابن نمیر یہ کہنے کے بعد بھی کہ جب وہ معروف راویوں سے روایت کرے تو حسن الحدیث اور صدوق ہے یہ بھی تصریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجہول رواۃ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔(احسن الکلام، طبع دہم جون2006ء:2/78)

عرض ہے کہ حسن الحدیث صدوق کے ساتھ سرفراز کی جرح باطل ہوگئی اور مجہول راویوں سے باطل روایات بیان کرنا راوی پر جرح نہیں بلکہ یہ مجہول راویوں کا قصور ہے اور مجہول راویوں پر ہی جرح ہے۔

معلوم ہوا کہ امام نمیر کو سرفراز خان کا محمد بن اسحاق کے جارحین میں ذکر کرنا غلط ہے۔